راحۃ القلوب

(اردو ترجمہ)

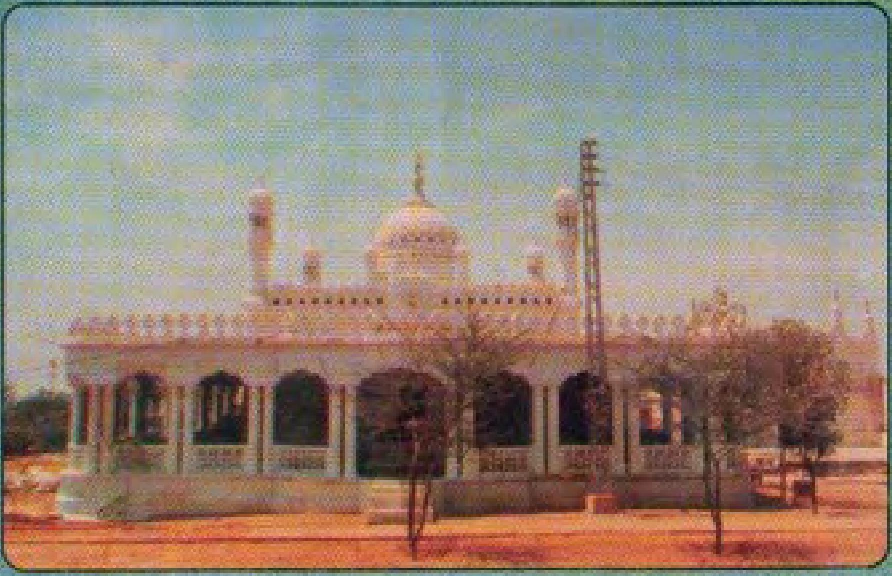

تالیف:

قطب العارفین فخر الکاملین بحر الحقائق کنز الدقائق صاحب العلم و العرفان حضرت خواجہ

عبد اللہ جان المعروف بہ حضرت شاہ آغا سرہندی مجددی فاروقی قدس سرہ

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (القرآن)

راحۃ القلوب

(اردو ترجمہ)

تالیف

قطب العارفین فخر الکاملین بحر الحقائق کنز الدقائق صاحب العلم والعرفان خواجہ

عبد اللہ جان المعروف حضرت شاہ آغا سرہندی مجددی فاروقی قدس سرہ

نظر ثانی

حضرت علامہ عبد الوحید جان "عبد" سرہندی

درگاہ ٹنڈو سائینداد، تعلقہ ٹنڈو محمد خان، ضلع حیدر آباد۔

مترجم

قاضی غلام مصطفیٰ سومرو دیساتی

دیسات شریف، کنڈیارو، سندھ

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب: راحت القلوب (اردو ترجمہ)

تصنیف: حضرت خواجہ عبداللہ جان المعروف بہ حضرت شاہ آغا مجددی سرہندی

نظر ثانی: حضرت علامہ عبدالوحید جان "عبد" سرہندی

اردو ترجمہ: قاضی غلام مصطفیٰ سومرو دیسائی

اشاعتی نگران: فقیر فیض محمد سکندری پتافی

کمپوزنگ: السندھ کمپوزرس، کھوکھر محلہ حیدر آباد

سن اشاعت: ربیع الاول ۱۴۲۱ھ / جون ۲۰۰۰ء

تعداد: ایک ہزار

ہدیہ: ۱۰۰ روپے

ملنے کے پتے

۱- علامہ عبدالوحید جان "عبد" سرہندی

درگاہ مجددیہ سرہندیہ ٹنڈو سائینداد

۲- قاضی غلام مصطفیٰ سومرو دیسائی

دیسات شریف، کنڈیارو، سندھ

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ نمبر
پیش لفظ	۵
حضرت مصنف کی سوانح حیات	۷
باب اول: غموں کا علاج اعتقادی اور اخلاقی عملوں سے	۲۴
غموں کا علاج؛ حسن ظن سے	۷۰
غموں کا علاج صبر اور توکل سے	۷۴
غموں کا علاج خوش خُلقی سے	۷۶
غموں کا علاج رضا بقضا سے	۸۷
غموں کا علاج زیادہ سوچ بچار نہ کرنے سے	۹۴
غموں کا علاج وسوسہ دفع کرنے سے	۹۶
ضروری گذارش	۱۰۳
غموں کا علاج صبر اور قناعت سے	۱۰۷
باب دوم: ورد ذکر و فکر و مراقبہ	۱۱۵
غموں کا علاج کلمہ طیبہ سے	۱۱۵
کلمہ تہلیل کے فضائل	۱۱۶
غموں کا علاج دعاؤں سے	۱۳۲
دعا خضوع و خشوع سے کرنی چاہیۓ	۱۴۰

دعا دوسرے شخص سے کروانا بھی حق ہے	۱۴۳
غموں کا علاج قرآن شریف سے	۱۴۵
سورۃ الفاتحہ	۱۵۰
فضائل سورۃ یس	۱۵۱
سورۃ الواقعہ	۱۵۲
فضائل سورۃ الملک یعنی سورۃ تبارک	۱۵۳
سورۃ المزمل	۱۵۵
سورۃ الاخلاص یعنی قل ھو اللہ احد	۱۵۹
معوذتین	۱۵۹
دوسرا علاج سحر باطل کرنے کے لئے	۱۶۰
تیسرا علاج	۱۶۱
چوتھا علاج حرز ابی دجانہ	۱۶۱
پانچواں علاج غیبات کا	۱۶۲
غموں کا علاج کلمہ ترجیع سے	۱۶۷
غموں کا علاج وظائف اور دعاؤں سے	۱۶۸
غموں کا علاج حوقلہ سے	۱۶۹
غموں کا علاج ماثورہ دعاؤں سے	۱۷۰
غموں کا علاج درود شریف سے	۱۷۱
دلائل خیرات پڑھنے کی ترتیب	۱۷۳
صلوٰۃ الحاجۃ	۱۷۵

صلوٰۃ الاستخارہ	۱۷۶
تسبیح نماز	۱۷۸
غموں کا علاج استغفار سے	۱۸۳
غموں کا علاج صحت اور تندرستی سے	۱۸۵
طب کی تعریف اور معنیٰ	۱۸۷
زیادہ کھانے سے نقصان	۱۸۸
معدہ کی حفاظت	۱۹۱
آنکھوں کی حفاظت	۱۹۳
دانتوں کی حفاظت	۱۹۹
سرمایہ حیات کی حفاظت	۲۰۳
جوڑ	۲۱۵
غموں کا علاج دواؤں سے یا تدابیر نفسانیہ سے	۲۱۷
دل دماغ اور معدہ کی تقویت کے لئے	۲۲۸
غموں کا علاج خیالات تبدیل کرنے سے	۲۳۵
احسن الدلائل فی تحقیق المسائل	۲۳۸
دوسرا مکتوب کچھ سوالوں کے جواب میں	۲۴۳
ترتیب ختم خواجگان	۲۴۹
اعتصام حزب البحر	۲۵۱
اختتام حزب البحر	۲۵۱
ترتیب زکوٰۃ حزب البحر	۲۵۶

مخزن العلوم: حصہ علم تعویذات کا	۲۵۸
فصل اول بیماریوں کے علاج	۲۶۱
امراض سر	۲۶۵
دماغ کی کمزوری کے لئے	۲۶۶
سمجھ بڑھانے کے لئے	۲۶۷
ذہن کی تیزی اور مطالع کے کھلنے کے لئے	۲۶۷
امراض چشم	۲۶۷
امراض دندان	۲۶۸
امراض ناف	۲۶۸
امراض طحال	۲۶۹
امراض مقعد	۲۷۰
امراض ریاحی	۲۷۰
تمام درد اور بیماریوں کے لئے	۲۷۰
آیات شفا	۲۷۳
امراض رحم	۲۷۵
فصل دوسری: سحر، آسیب اور دوسری آفات کے علاج میں	۲۷۶
عمل چور پیدا کرنے کی ترتیب	۲۸۷
نقش برائے برکت وکشائش رزق	۲۸۹
بقیہ فوائد مختلفہ	۲۸۹

پیش لفظ

(از طرف مترجم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.

اما بعد راقم الحروف عرض گذار ہے کہ عرصہ دراز سے مجھے اشتیاق تھا کہ میں اپنے مرشد کریم قطب الاقطاب صاحب العلم والعرفان حضرت قبلہ عبداللہ جان فاروقی عرف حضرت قبلہ شاہ آغا سرہندی مجددی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور ومعروف سندھی کتاب راحت القلوب کا اردو میں ترجمہ کرکے شائع کرواؤں تاکہ اس گوہر نایاب کتاب مبارک سے زیادہ سے زیادہ مسلمان مستفیض ہوں۔

کسی کتاب کا ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ پر آپ یقین کریں کہ اس کتاب (راحۃ القلوب) کے ترجمہ کرنے میں، میں نے کوئی دشواری محسوس نہیں کی۔ کیوں کہ دوران ترجمہ ہر وقت ہر ساعت میرے محبوب مرشد کریم قدس سرہ اس ناچیز کی رہنمائی فرماتے رہے۔ نتیجتاً مختصر عرصے میں، میں نے یہ عظیم کام مکمل کرلیا۔ مجھے قوی امید ہے کہ میری یہ کاوش آپ پڑھنے والے حضرات کو پسند آئیگی۔

معلوم ہو کہ اردو ایک جامع زبان ہے اور میں اہل زبان نہیں۔ تاہم اپنی عقل اور علم کے مطابق کوشش کرکے عام فہم اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

یہاں سب سے پہلے میں اپنے محسن صد واجب الاحترام مکرم ومحترم جناب صاحبزادہ مرشد زادہ عالم ربانی حضرت علامہ عبدالوحید جان سرہندی مجددی، نقشبندی دامت برکاتہ، کا تہ دل سے ممنون و مشکور ہوں کہ آپ نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اپنا قیمتی وقت نکال کر اس کتاب مبارک

(راحۃ القلوب) کی نظر ثانی فرمائی اور نہ فقط اتنا بلکہ اشاعت کا سارا کام اپنی زیر نگرانی کرنا فرمایا۔ جَزَاکَ اللّٰہُ فِی الدَّارَیْنِ خَیْرًا۔

اس خادم خاکسار خاکپا پر آپ کا یہ عظیم احسان ہے جسے میں تو کسی بھی صورت میں اتار نہیں سکتا۔ اس کا اجر عظیم تو آپ کو اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔

یہ حقیر پُر تقصیر دعاگو ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ محترم مکرم علامہ عبدالوحید جان آغا سرہندی فاروقی مجددی، نقشبندی دامت برکاتہم کے علم و عرفان میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین

بطفیل حضرات خواجگان نقشبندیہ، مجددیہ، شکر اللہ سعیھم وجعل الجنۃ الفردوس مثواھم آمین ثم آمین

راحۃ القلوب کے شروع میں مصنف علیہ الرحمۃ والرضوان کی مختصر سوانح عمری پیش کر رہا ہوں جو میرے عموی صاحب الحاج مولوی نور احمد صاحب مد ظلہم نے، جو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خادم تھے۔ سندھی میں لکھ کر شائع کروائی تھی۔

فقط والسلام

فقیر غلام مصطفیٰ سومرو دیہاتی

حال ساکن راحت منزل ١٦٣، گارڈن ویسٹ کراچی ٣

حضرت مصنف کی مختصر سوانح حیات

نام و نسب مبارک

آپ کا نام مبارک بہ مصداق حدیث شریف احب الاسماء الی اللہ تعالیٰ عبداللہ و عبدالرحمن، اشرف الاسماء عبداللہ ہے۔ خاندان کے دستور کے مطابق ایسے پیار بھرے نام رکھے جاتے ہیں۔ مثلاً شیرین جان، شیر آغا، گل آغا، اس طرح آپ کا نام مبارک شاہ آغا مشہور اور معروف ہوگیا۔

نسب شریف میں آپ مجددی فاروقی ہیں۔ بارھویں پشت میں آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت احمد سرہندی قدس سرہ سے ملتا ہے۔

جیساکہ آپ خلف رشید حضرت خواجہ محمد حسن جان بن حضرت سراج الاولیاء خواجہ عبدالرحمان بن حضرت شاہ عبدالقیوم جان بن حضرت شاہ فضل اللہ جان بن حضرت شاہ غلام نبی بن حضرت شاہ غلام حسن بن حضرت شاہ غلام محمد بن حضرت غلام محمد معصوم ثانی بن حضرت خواجہ محمد اسماعیل بن حضرت خواجہ صبغت اللہ بن حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم بن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت احمد سرہندی قدس اللہ تعالیٰ سرھم الاقدس۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے نسب شریف کا سلسلہ ۲۷ واسطوں سے امیر المومنین خلیفہ ثانی ناطق بالصدق والصواب سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ جس کی تفصیل کتاب عمدۃ المقامات اور دیگر کتابوں میں موجود ہے یہاں اختصار کے سبب بیان نہیں کی جاسکتی۔

حضرت صاحب کے والد بزرگوار اور دادا کے مزار جبل گنجو شریف کے کنارے پر ہیں۔ جو حیدرآباد سے ۲۵ کلومیٹر جنوب کی طرف ہے۔ آپ کے

تین اجداد کے مزارات قندھار افغانستان میں ہیں۔ دو اجداد کے مزار پشاور چھاؤنی کابلی گیٹ کے نزدیک بمعروف "حضرت جی" میں ہیں۔ پانچ اجداد کے مزارات مقدسہ دار الارشاد سرہند شریف (انڈیا) میں ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت اور تعلیم و تربیت

آپ کی ولادت باسعادت ۸ ماہ جمادی الاول ۱۳۰۴ھ ٹکھڑ شریف ضلع حیدرآباد سندھ میں ہوئی۔ جناب سیف الدین کشمیری نے ایک بڑے قصیدہ میں آپ کی تاریخ ولادت ان الفاظوں سے نکالی ہے۔

"نجم برج فضل کمال۔"

۱۳۰۴ھ

آپ پیدائشی ولی اللہ تھے۔ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو آپ دن میں والدہ ماجدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ جب والدہ ماجدہ نے حضرت سراج الاولیا خواجہ عبدالرحمان جان قدس سرہ سے دودھ نہ پینے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ہمارا روزہ ہو اور شاآغا کا روزہ نہ ہو؟ یہ بھی روزہ میں ہے۔ مغرب کی اذان ہوتے ہی آپ دودھ پینا شروع کر دیتے۔ ایک اور اہم بات یہ کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے بغیر وضو کے آپ کو دودھ نہیں پلایا یہ آپ کا خاصہ ہے۔

بچپن سے لے کر دس سال تک آپ اپنے دادا بزرگوار حضرت سراج الاولیا خواجہ عبدالرحمان جان قدس سرہ کے زیر تربیت رہے۔ خود آپ نے اپنی کتاب مونس المخلصین "فارسی" میں تحریر فرمایا ہے۔

"مجھے میرے دادا نے کئی رات اپنے ساتھ سلایا۔ سوتے اور اٹھتے مجھ پر ماثورہ دعائیں پڑھ کر دم فرماتے۔"

راحت المخلصین "سندھی" میں جو آپ کی خود نوشتہ کتاب مبارکہ ہے تحریر فرماتے ہیں کہ:

جب میری عمر دس سال کو پہنچی تو میں نے فارسی کتابیں پڑھ کر ختم کیں اور عربی شروع کی۔ عربی کا پہلا سبق مجھے اپنے دادا جان حضرت سراج الاولیاء نے دیا تھا اور پھر بقیہ کتاب صرف بہائی شروع کرائی جو اس دور میں شاگردوں کو عام طور پر پڑھائی جاتی تھی۔ بِدَان اَسْعَدَکَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الدَّارَیْنِ کہ کلمات لغت عرب بر سہ قسم است اسم است و فعل است و حرف است۔

ترجمہ: ''اللہ تعالٰی تمہیں دونوں جہانوں میں نیک بخت کرے۔''

کلماتِ لغت عرب کے تین قسم ہیں: اسم ہے، فعل ہے اور حرف ہے۔

آپ کے جد امجد حضرت سراج الاولیاء قدس سرہ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ دعائیہ کلمات اللہ تبارک وتعالٰی کی درگاہ میں قبول ہوئے اور آپ کو دونوں جہانوں کی سعادت اور لافانی دولت عطا ہوئی۔ آپ ایسی صلاحیت اور سعادت کو پہنچے جو تقویٰ سخاوت، علمیت اور دوسری فضیلتوں میں اپنے ہم عصروں سے ممتاز ہوگئے۔

این سعادت بزور بازو نیست - تانہ بخشند خداء بخشندہ

سندھ کے جن بڑے بڑے محقق علماء کرام سے آپ نے دینی تعلیم حاصل کی، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولانا مفتی عبدالقیوم بختیارپوری، مولانا مفتی قاضی لعل محمد متعلوی، استاد العلماء مولانا خیر محمد نگسی، حضرت مولانا خیر محمد پاٹائی، قاضی القضاۃ ریاست لسبیلہ، مولانا مخدوم حسن اللہ پاٹائی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔

آپ کا علمی ملکہ

اللہ تبارو تعالٰی نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت بڑی علمی

قوت عطا فرمائی تھی۔ علم معقول اور منقول میں کمال حاصل تھا۔ خصوصاً ادب، لغت، شعر و شاعری، طب و تصوف، حدیث، تفسیر، فقہ اور میراث کے علوم پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ زبانوں میں سندھی، اردو اور پشتو کے علاوہ عربی، فارسی اور انگریزی پر عبور حاصل تھا۔ جن میں اپنے تحریر اور شعر و شاعری بھی فرمائی ہے۔ عبارات میں بے نقاط عبارت بھی رقم کی ہیں۔ اس جگہ ان کی مثالیں تحریر کرنے سے مضمون طویل ہوجائے گا۔

مندرجہ ذیل الفاظ آپ کے والد بزرگوار تاج الاولیاء حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی قدس سرہ نے اپنی کتاب انساب الانجاب "فارسی" میں تحریر فرمائے ہیں:

درسن ہفتدہ سالگی از علوم مروجہ معقول و منقول فارغ التحصیل شدہ اند استعداد نیک در عربیت بہم رسانیدہ وفقہ اللہ لما یحب ویرضی۔

یعنی سترہ برس کی عمر میں مروجہ علوم معقول اور منقول سے فارغ التحصیل ہوئے۔ عربی پر خاصی دسترس حاصل ہے اور باری تعالیٰ انہیں پسند کئے ہوئے اور محبت کئے ہوئے کام کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تصنیفات و تالیفات

آپ کے وسیع علم پر آپ کی تصنیفات و تالیفات بڑی دلیل ہے۔ آپ نے کئی کتابیں مختلف فنون میں لکھی ہیں۔ سب کی تفصیل راقم الحروف کو معلوم نہیں۔ بعض تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔ بعض تصانیف مخطوط غیر مطبوعہ ہیں۔ چھپی ہوئی کتابیں جو راقم الحروف کے علم میں ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) انتخاب مکتوبات شریف حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ: یعنی مکتوبات شریف سے ہر ایک مکتوب کو اختصار کے ساتھ ابواب پر مرتب کیا ہے۔ مثلاً باب اول عقائد اہل السنت والجماعت میں باب دوم مسائل فقہی میں

باب سوئم حقائق ومعارف میں باب چہارم ہدایت اور نصیحت میں لکھی ہے۔

(۲) اربعین مکتوبات: یعنی چالیس مکتوب شریف سہل اور آسان زبان میں بچوں کو پڑھانے کے لئے اور یاد کرانے کے لئے یعنی شاگردوں کی تعلیم وتدریس کے لئے جمع کئے ہیں۔

(۳) مونس المخلصین: فارسی زبان میں تفصیل کے ساتھ اپنے والد شریف کی سوانح حیات لکھی ہے۔

(۴) حفظ حدیث فارسی: حدیث کے منکرین کے رد میں ہے۔

(۵) برگ سبز: یعنی نیم کے درخت کے فائدوں میں فارسی میں لکھی ہے۔

(۶) ہدایت الحج: سندھی زبان میں حج کے مسائل میں بے نظیر اور جامع کتاب ہے۔

(۷) راحتہ القلوب: سندھی زبان میں یہ کتاب عجیب وغریب ہے، مقبول عام ہے۔ اس میں روحانی وجسمانی علاج کا بیان ہے۔ (یہ کتاب اردو میں ناظرین کرام کے سامنے ہے) کتاب کا پہلا عنوان ہے "غموں کا علاج اعتقادی اور اخلاقی اعمال سے۔" دوسرا عنوان "غموں کا علاج حسن ظن سے۔" تیسرا عنوان "غموں کا علاج صبر وتوکل سے"

(۸) راحت المخلصین: سندھی زبان میں، جس میں آپ نے اپنے بچپن کے زمانہ کا احوال تعلیم وتربیت، وعظ ونصیحت، علمی شوق اور ذوق کا بیان لکھا ہے۔

(۹) الارشاد، شرح قصیدہ بانت سعاد: کی سندھی زبان میں مختصر شرح اور حل ترکیب لکھی ہے۔

(۱۰) گلدستہ ابیات: اردو، فارسی، عربی، پشتو، سندھی میں وہ اشعار جو آپ کو یاد تھے، وہ کتاب کی صورت میں ترتیب دے کر چھپوائے تھے۔

(۱۱) احسن الوسائل فی تحقیق المسائل: اس رسالہ میں مختلف مسائل اور چند

سوالوں کے جوابات لکھے ہیں۔ آخر میں رسالہ توحید وجودی و شہودی فارسی میں لکھا ہوا شامل ہے۔ ۱۲ مخزن العلوم حصہ علم حدیث، حصہ علم تصوف، حصہ علم فقہ، حصہ علم قرات، حصہ علم ادب، حصہ علم طب، حصہ علم تعویذات، ۱۳ الصافیہ شرح کافیہ عربی، اس میں کافیہ کے قوانین کو الگ الگ کر کے کافیہ کو آسان کر دیا ہے اور جو تصانیف غیر مطبوعہ مخطوطہ ہیں وہ یہ ہیں: مثلاً تاریخ اسلام۔ تعریف الامراض و تفریق الامراض یہ دونوں کتابیں طب میں ہیں۔ ان دونوں میں ایک عربی زبان میں ہے، دوسری فارسی میں ہے۔ کتاب ''ستر و حجاب'' جو آپ نے پردہ کے مسائل پر فارسی میں لکھی ہے۔

(۱۴) سوانح حیات حضرت امام ابوحنیفہ: سندھی زبان میں لکھی ہے علاوہ ازیں کئی کتابیں اور بھی لکھی ہیں۔ تحریریں مختلف مسائل کے جواب میں لکھی ہیں۔ جن کی تفصیل سے راقم الحروف کا قلم عاجز ہے۔

آپ کا ایک علمی مکتوب شریف

رسالہ توحید وجودی و شہودی کے شروع میں حضرت قدس سرہ نے وجود کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک واجب الوجود یعنی باری تعالیٰ دوسرا ممکن الوجود یعنی وجود خدا تعالیٰ کے ماسوا ہے۔ اور تیسرا ممتنع الوجود یعنی شریک الباری ہے۔ اس پر حضرت مولانا مولوی غلام رسول صاحب عباسی بیشرو چانڈیا والے نے بطور شبہ پیش کیا کہ ممتنع الوجود شریک الباری کا خارج میں وجود ہی نہیں پھر ان عدم کو آپ نے وجود کی قسم کیسے بیان کیا۔ مولانا صاحب کے اعتراض کے جواب میں حضرت صاحب نے اس اعتراض کا جواب خط کے ذریعے سندھی میں تحریر فرمایا جو بعینہ ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ شریک باری تعالیٰ کا وجود ہی نہیں پھر آپ نے کیسے ان کو وجود کی قسم کر کے لکھا ہے۔

جواب میں عرض ہے کہ یہ قاعدہ بلاغت و فصاحت کا ہے۔ جیسا سوال ہوتا ہے اس کے مطابق جواب دیا جاتا ہے اور انہی الفاظ میں اس کو رد کیا جاتا ہے۔ جو الفاظ وہ استعمال کر رہا ہے، اس کی مثال کتاب مطول اور مختصر معانی میں یہ قول شاعر کا لکھا ہوا ہے:

قَالُوْا وَمَا تَبْغِیْ نَجِدْ لَکَ طَبْخَۃً
قُلْتُ اُطْبُخُوْا لِیْ جُبَّۃً وَّقَمِیْصًا

ترجمہ: انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کھائیں گے، جو آپ کو پکا کے دیں۔ (شاعر کو سردی لگی ہوئی تھی، بھوک نہ تھی) کہا مجھے جبہ اور قمیض پکا کر دو مجھے کو سالن یا بریانی نہیں چاہیئے۔ حالانکہ جبہ اور قمیص پکانے کی چیز نہیں، سلائی کرنے کی چیز ہے۔ مگر جب انہوں نے پکانے کا سوال کیا تو جواب بھی ایسے الفاظوں میں دیا گیا، اس کو صنعت مشاکلہ کہا جاتا ہے۔

دوسرا یہ کہ علماء نے وجود کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں۔ وجود خارجی وجود ذہنی، وجود خیالی، وجود لفظی، وجود فرضی، وجود خارجی، بے شک محال ممنوع ہے۔ باقی وجود خیالی یا فرضی تو مشرکین نے تسلیم کیا ہے۔ اپنے بتوں کو شریک باری تعالیٰ بنایا ہے۔ اس لئے یہ وجود فرضی انہی کا ذکر کیا ہوا ہے اور وجود فرضی کو وجود کہنا تو قرآن شریف سے ثابت ہے: "کَمَا قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی لَوْکَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا" یہاں خبر کان کی موجود کا لفظ محذوف ہے۔ یعنی بالفرض والتقدیر دوسرے اللہ موجود ہوتے تو فساد ہوتا۔

تیسرا یہ کہ تعریف وجود کی منطقی نہیں جو جامع و مانع ہو۔ مشتمل جنس اور فصل پر ہو جیسا کہ انسان کی تعریف منطقیوں نے (حیوان ناطق) سے کی ہے اور انہی کو حد تام کہا جاتا ہے۔ حالانکہ انہیں حد تام کہنا بھی امام غزالی نے رد کیا

ہے۔ یہ وجود کی تقسیم فقط عرفی اور اصطلاحی معنی کے ساتھ ہے۔ جیسے کہ تمام کتب لغت لفظی معنی کرتے ہیں اور منطقی شرائط اور تاریخ ان میں ملحوظ نہیں ہوتی۔ ہم نے کب یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ تعریف یا تقسیم منطقی معنیٰ کے ساتھ ہے۔

باقی دیگر اعتراضات آپ نے اصحاب وجود پر قائم کئے ہیں۔ ان اعتراضات کے جواب کے لئے میں ذمہ دار نہیں ہوں، کیونکہ میں خود توحید شہودی کا قائل ہوں، جیساکہ ہمارے پیشوا حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ان کو تسلیم کیا جو لوگ توحید وجودی کے قائل ہیں وہ جواب دینے کے ذمہ دار ہیں۔

یہ خط ابھی ختم نہیں ہوا۔ مگر آج ہمیں سجاول کی طرف مخلص دوستوں کی دعوت شادی پر جانا ہے اس لئے یہاں ختم کرتے ہیں زیادہ پھر کبھی وقت فرصت پر تحریر کروں گا۔

آسودہ شبے باید وخوش مہتابے - تابتو حکایت کنم از ہر بابے

فقط والسلام

شکر و توکل

آپ ہر حال میں شاکر و متوکل رہتے تھے۔ کبھی بھی دنیا کی پریشانی اور انتشار کا اظہار نہیں فرمایا۔ ہر وقت مطمئن اور بالسکون رہتے تھے۔ ہمیشہ یاد خدا یعنی ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

صدر ایوب خان کے زمانے میں آپ سے اپنی زمینیں چھین لی گئیں۔ صدر یحییٰ خان کے دور حکومت میں نوٹ بنکوں میں جمع کرانے کا سرکاری حکم ملا تھا کہ جس کے پاس جتنے پیسے ہوں وہ بنک میں جمع کرا کر رسید لے لے۔ تین چار دن کی مدت میں اگر کسی نے پیسہ جمع نہیں کرالیا تو اس کے نوٹ منسوخ تصور کئے جائیں گے۔ اس وقت آپ کے پاس کچھ پیسے یہاں تجوری میں رکھے

ہوئے تھے۔ ہر طرف پورے پاکستان میں یہ اطلاع پہنچ گئی تھی۔ آپ نے اس وقت یخ ماندہ کوئٹہ بلوچستان سے تجوری کی چابیاں بذریعہ پارسل ارسال فرمائیں۔ آپ کے حکم کے موجب تجوری سے سب پیسا نکال کر جمع کروادیا گیا اور رسید حاصل کرلی گئی۔ ان دنوں ہر پیسہ والا پریشان تھا۔ سب کو فکر وانتظار تھا کہ یہ پیسے ملیں گے یا نہیں، کیونکہ عام افواہ ہوگئی تھی کہ جمع کیا ہوا پیسہ حکومت اپنے قبضے میں لے لے گی۔ یا کچھ واپس کرے گی لوگوں کے گھروں سے پیسہ نکل گیا سب کے ہاتھ خالی ہوگئے۔

حاصل کلام آپ کے پیسے جمع کرانے کے بعد اس غلام راقم الحروف نے **آپ کو عریضہ بھیجا**۔ اس کام کے سرانجام دہی کا احوال بھی عرض کیا مبادا آپ کو انتظار ہو۔ فوراً جواب میں ایک مکتوب گرامی عنایت فرمایا جس سے آپ کے سکون اور توکل کی عجیب مثال معلوم ہوتی ہے۔ وہ مکتوب شریف بعینہ ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

۲۱ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ دیباچہ کتاب محبت و اخلاص مولوی نور احمد صاحب بعافیت باد

بعد السلام علیکم اور دعاؤں کے آپ کا خط پہنچ گیا۔ کراچی والے کام (یعنی نوٹ جمع کرانا) کی بروقت انجام دہی کرنے کا احوال معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ ابراہیم فقیر کے ہاتھ رسیدیں اور تجوری کی چابیاں برابر موصول ہوئیں۔ خاطر جمع کرلیں مبادا یہ خیال کریں کہ نوٹوں کی منسوخی کی وجہ سے مجھ کو غم اور دکھ ہوا ہوگا۔ ہمارا یقین اور ایمان خداوند تعالیٰ میں محکم ہے۔ آغا یحییٰ خان ہم سے مال اور دولت لوٹ سکتا ہے مگر ایمان اور یقین نہیں لوٹ سکتا۔ ہمارے

مریدوں کی خیر ہو ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔ وہ خداوند تعالیٰ جس نے پہلے ہمیں دیا ہے اب بھی وہی دینے والا ہے۔

فقط والسلام

(عبدہ فقیر شاہ آغا عفی عنہ)

دوسری مثال ۱۹۵۶ء اگست کے مہینے میں گھلیان نامی دریا نے سندھ کا حفاظتی بند ٹوٹ گیا تھا۔ پانی سیلاب کی صورت میں نہر چینل کے راستے ماتلی کی طرف پہنچا ہوا تھا۔ درگاہ ٹنڈو سائیں داد کو سخت خطرہ تھا۔ ان دنوں آپ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا مولوی صاحب زادہ غلام نبی جان مرحوم حیات تھے۔ صاحبزادوں نے اپنی ہمت سے حفاظتی بند ٹنڈو سائیں داد کے باھر بنوایا اور خطرہ سے بچایا، درگاہ شریف کے چند حضرات مقبرہ شریف میں رہے اور بعض حیدر آباد میں رہے۔ حضرت صاحب اس وقت شیخ ماندہ کوئٹہ میں حسب دستور گرمی کے دن گزارنے کی خاطر رونق افروز تھے۔ بڑے انتظار اور فکر کا خط درگاہ ٹنڈو سائیں داد سے آپ کی خدمت میں پہنچا۔ "کلی گل محمد" کے سب سید صاحبان مشورہ دینے کے لئے اور خیریت پرسی کرنے کے لئے خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے بالکل اطمینان اور سکون کے ساتھ بغیر کسی فکر کے مسکراتے ہوئے فرمایا: "اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل ہے، میں پیرسن ضعیف ٹنڈو سائیں داد جاکر کیا کروں گا۔ میں کون سا بندہ بناؤں گا شکر ہے میرے صاحبزادگان ہمت والے ہیں، جیسا اللہ تعالیٰ نے چاہا ویسا ہی ہوگا۔ بس چند دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ وہ خطرہ ٹل گیا ہے۔

ہر حال میں شکرگزاری آپ کی طبعی عادت تھی۔ آپ کے حضور میں کوئی شخص محبت واخلاص کے ساتھ ہدیہ یا تحفہ یا نذرانہ کے طور پر کوئی چیز پیش کرتا

تھا تو بہت خوش ہوتے تھے۔ شکر گذاری فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ دیہہ پہن تعلقہ کھپرو کی اوطاق میں یہ غلام راقم الحروف آپ کے حکم کے مطابق خط لکھ رہا تھا۔ اچانک پوسٹ کے لفافے ختم ہوگئے تھے۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ لفافے ختم ہوگئے ہیں۔ آپ خاموش ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد اخوی حاجی غلام قادر صاحب سومرہ نے لفافوں کا بنڈل خدمت میں پیش کیا۔ آپ لفافے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور غلام کو بلا کر فرمایا کہ ''تو لفافہ لفافہ بول رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ لفافے بھیجے ہیں۔ مجھ کو خداوند تعالیٰ کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔ میرے پاس کسی چیز کی کمی نہیں رہے گی۔''

آپ کی شکر گزاری کا کچھ بیان آپ کی کتاب راحت المخلصین سے نقل کر کے ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جو فائدہ سے خالی نہیں۔

''شکر ہے خداوند تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے۔ کسی چیز کی تنگی نہیں۔ مجھ کو خدا تعالیٰ نے کبھی مایوس نہیں کیا۔ جو چیز لوگوں کو دولت سے بھی نہیں ملتی وہ مجھ کو گھر بیٹھ کر مفت میں مل جاتی ہے۔ میں نے آزمایا ہے جس دن مجھ کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ ازغیبی مل جاتی ہے۔

قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ: وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ

راحت المخلصین میں اظہار نعمتوں کا بیان

ایک دن خانقاہ شریف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجلس میں ایک گفتگو چل گئی کوئی بول رہا تھا۔ ٹنڈو محمد خان میں تیل نہیں ملتا، کوئی بول رہا تھا کھار سوڈا نہیں ملتا، کوئی بول رہا تھا کالی مرچ نہیں ملتی، میں نے کہا ٹنڈو محمد خان کو چھوڑو کراچی جیسے شہر میں کالی مرچ اور گرم مصالحہ منگوایا۔ کالی مرچ نہیں مل سکی۔ اس مجلس میں ایک مخلص مرید مہمان حاجی اللہ بچایو جروار بیٹھا ہوا تھا وہ

اجازت لے کر روانہ ہو گیا۔ ایک ہفتہ ہی نہیں گزرا اپنے گاؤں سے واپس آیا اور چار پانچ سیر سفید کھار سوڈا اور تقریباً ایک سیر کالی مرچ لاکر مجھ کو دی۔ میں نے کہا حاجی یہ کیا؟ کہا حضرت اس دن میں نے سنا تھا کہ آپ کو اس چیز کی ضرورت ہے۔ میرے گاؤں میں اپنی دکان پر یہ چیزیں پڑی ہوئی تھیں۔ بھری ہوئی بوری میں سے سفید کھار اور کالی مرچ کا ڈبہ میں سے کچھ آپ کے لئے لایا ہوں۔ میں نے کہا جزاک اللہ۔

دوسری مثال

اندر حویلی میں ڈاک کے خطوط لکھ رہا تھا تو خادمہ باورچن نے کہا حضرت گھی نہیں ہے۔ آپ نے کہا اس وقت دوپہر کے لئے تو ہے۔ کہا بالکل نہیں۔ میں نے تھوڑا غصہ کر کے کہا کہ پہلے کیوں نہیں بتایا میں باہر دیہات سے گھی منگواتا، میری جیب میں تو گھی نہیں رکھا۔ یہ پانچ کا نوٹ ہے فی الحال شہر سے منگوائیں۔ ابھی وہ آدمی گھی لانے شہر تک نہ پہنچا ہوگا کہ دروازے پر آواز ہوئی خادمہ بڑا ڈبہ گھی کا لائی اور کہا، قاضی غلام صدیق نارہ سے دروازہ پر آیا ہوا ہے یہ ڈبہ گھی کا آپ کے لئے لایا ہے۔

اپنے خدمتگاروں کے لئے دعا گوئی اور شکر گذاری

قال رسول اللہ ﷺ "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" جس شخص نے کسی شخص کی شکر گذاری نہیں کی گویا خدا تعالیٰ کی شکر گذاری نہیں کی۔ میں اپنے ان مہربان دوستوں مخلصوں اور عزیزوں کا شکر گذار اور احسان مند ہوں کہ جنھوں نے میرے ساتھ احسانات کئے ہیں۔ میں ان کے لئے صدق دل سے دعا کرتا ہوں یا اللہ! جو لوگ مجھ کو عزت دیتے ہیں تو بھی ان لوگوں کو عزت

دے۔ جو میری مدد کرتے ہیں تو بھی ان کی مدد کر۔ جو میرے ساتھ بھلائیاں کرتے ہیں، تو ان کے ساتھ بھلائی کر۔ یا اللہ! میں ان لوگوں کا احسان نہیں اتار سکتا۔ تو ان لوگوں کا احسان میرے اوپر سے اتار۔

شکر کے معنیٰ اور تعریف
(راحت المخلصین سے لئے ہوئے)

شکر کے معنیٰ اور تعریف علماء نے یہ کی ہے "صرف العبد جمیع ما انعم اللہ علیہ فیما خلق لاجلہ" یعنی جو نعمت خدا تعالیٰ نے اپنے بندے کو دی ہو وہ خرچ کرے۔ اس کام کے لئے جس کے لئے پیدا کی گئی ہے، جس کو علم کی دولت دی گئی وہ پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے۔ تحریر اور تقریر فرمائے۔ جس کو طب اور حکمت کی تعلیم کی نعمت ہو وہ علاج معالجہ کرے، لوگوں کو دوائیں دے۔ اگر مال و دولت دیا گیا ہو تو کھائے پیئے غریبوں محتاجوں کو بھی دے۔

میرا مطلب ہے ناشکری نیک اعمال کو کہا جاتی ہے۔ فقط زبان سے شکر کہنے سے شکر ادا نہیں ہوتا۔ جب تک عمل اس کے ساتھ شامل نہ ہو، قرآن و حدیث میں دیکھا گیا ہے کہ شکر ہر جگہ اس معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے ارشاد ہے "اعملو آل داود شکراً" اے آل داؤد عمل کریں شکرانہ کا۔ اور دوسری جگہ فرمایا: "ان اشکرلی ولوالدیک" میری شکر گذاری اور ماں باپ کی شکر گذاری کر۔ خدا تعالیٰ کی شکر گذاری تو عبادت کرنے سے ہوتی ہے، تسبیح و تحمید پڑھنے سے ہوتی ہے، ماں باپ کی عبادت تو نہیں ہوگی بلکہ خدمت اور فرمانبرداری کرنے کے ساتھ شکر گذاری کی ادائیگی ہوگی۔ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ کے حضور میں عرض کیا یا حضرت ﷺ آپ اتنی عبادات

محنت اور مشقت کیوں کرتے ہیں۔ آپ کے ہاتھ پاؤں بھی سوج جاتے ہیں۔ فرمایا "افلا اکون عبداً شکوراً" مطلب ہے کہ فقط زبان کے ساتھ شکر ادا کرنے کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ عمل بھی شکر گذاری کرنے کے لئے چاہیے۔

مذہبی غیرت اور اسلامی خدمت

اسلام کی خدمت اور شریعت و طریقت کے خلاف کاموں سے نفرت گویا آپ کی طبعی عادت مبارکہ تھی۔ اسلام کی تقویت اور تائید میں ہمیشہ پیش پیش ہوا کرتے تھے۔ حق گوئی اور صاف بیانی میں کسی کا لحاظ نہیں فرماتے تھے۔ روبرو حق کا کلمہ کہہ دیتے تھے۔ پیٹھ پیچھے کسی سے شکایت یا شکوہ نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کو معلوم ہوا کہ حکومت نے اسکول کے چھوٹے بچوں کے یونیفارم میں نیکر لازمی رکھی ہے۔ آپ کو بہت افسوس ہوا کہ مسلمان نئی نسل کو زبردستی مغربی تہذیب کی طرف راغب کیا جارہا ہے۔ آپ نے اس کے متعلق بہت کوشش فرمائی۔ جناب ماسٹر نور محمد پٹھان صاحب جو اس وقت ڈرائنگ انسپکٹر آف سندھ تھے۔ ماسٹر صاحب کو تاکید فرمائی کہ تم تعلیم کے شعبے سے وابستہ ہو۔ اس فتنہ کو بند کرانے کی کوشش کرو۔ آپ کی دعا اور برکت کے ساتھ ماسٹر صاحب نے اس وقت کے ڈائریکٹر سندھ کے ساتھ ملاقات کر کے یہ قاعدہ منسوخ کروایا اس وقت کے بعد سے اسکول میں پتلون اور قمیض کا قاعدہ نکلا۔

ایک مرتبہ حضرت صاحب کو معلوم ہوا کہ ٹنڈو سائیں داد کے بعض صاحبزادگان لڑکیوں کا اسکول کھولنے کی کوشش کررہے ہیں اور آپ کو یہ معلوم ہوا کہ اپنی چھوٹی لڑکیوں کو تعلیم دلوانے کا خیال رکھتے ہیں اور شیخانی

استانی مقرر کرنے کی کوشش میں ہیں۔ آپ بالکل جوش میں آگئے اور نصیحت آمیز مضمون فارسی اور سندھی میں ہم خادموں سے لکھوا کر اپنے خاندان اور بااثر مریدوں کی طرف بھیجنا فرمایا۔ جس سے آپ کی حق گوئی کی بڑی مثال معلوم ہوتی ہے۔

ہدایتنامہ

برائے برخورداران و نوجوانان خاندان خود

دختران ما مستورات خانۂ ما اول از خود نیم عریان شدہ وورزمرہ رب کاسیات عاریات داخل شدہ اند ونماز روزہ گذاشتہ اند باقیماندہ از ستر و پردہ بعد از تعلیم اسکول ہائی سندھی وانگریزی ے روند ووعن قریب کامل عریان و بے دین و بے حیا میشوند نہ بعد از مردن مابلکہ وررزندگی ماو پیش روی ریش سفیدان این ہمہ منکرات رونمائی شوند۔

چہ لازم ست کہ این ماستریانی شیطانی کہ خود ہم مغرب زدہ فیشن پرست است ہمیشہ مقرر وربنجا خواہد بود فردا تبدیلی او میشود و بجای او رافضیانی یا قادیانی یا کرستانی ماستریانی می آید۔ و ممتحنان درخانہ ما آیند پس دین واسلام اطفال برباد میکنند یا کرستان می شوند یا قادیانی و پرویزی۔ چراکہ امروز این فرقہ ہای باطلہ و مخالفین احکام قدیمہ وشرائع سابقہ سربالا کردہ اند و بسیار جرأت پیدا کردہ اند۔

این تعلیم خانگی و تقرر ماستریانی نہ فقط در ابتدائی درون خانہ باختم می شود بلکہ ضرورت ست کہ دختران برائے اعلیٰ تعلیم و ترقی در علوم و فنون بکالیج ہائی و اسکول ہائیعالیہ بروند تابمناصب جلیلہ ممتاز و سرفراز گردند پس ہریکی کہ دربیدینی وبحیائی وبی پردگی زیادہ تہذیب وکمال یافتہ باشند آن را در امتحان ہائی پاس کردہ ڈگری و نوکری ہائی بلند مرتبہ مید ہند و اگر کسی باحیاو باپردہ باشد آنرا

ناپاس کردہ بیرون میکشند- آن وقت دور نیست کہ تعلیم خانگی ختم کردہ بہ کراچی ولاہور بروند واگر کسی صاحب الاستطاعت باشد دختران خود را بولایت یا امریکہ روانہ خواہد کرد از تعلیم خانگی آن راچہ فائدہ چہ حاصل- بی فائدہ عمر وخرچ ضائع میشود ضرورت است کہ وجہ معاش خود کنند و بمراتب عالیہ برسند و نوکری ہا بکنند-

مراد از فرضیت علم و فضیلت علماء علوم دینیہ است کہ در مدرسہ ہائی اسلامیہ حاصل کردہ میشود نہ علوم جدیدہ کہ در اسکول ہائی سرکاری خواندہ میشوند و اخلاق وآداب و شعائر اسلامی خراب کردہ می شوند برائے آن در حدیث شریف نعوذ بک من علم لا ینفع وارد است پس برشما لازم است کہ براقوال شرعیہ وخیالات صحیحہ خود ثابت قدم باشید و بمکائد و گفتار خوشگوار صاحب الغرضان فریفتہ نشوند کہ در شکر زہر پنہان کردہ مارا مجبور اند و تخم فتنہ وفساد در خانہ ہائی خود میکاشند بلکہ برباد شما حق است و لازم است کہ در سدباب این فتنہ و قلع بیخ فساد والحاد زیادہ از دیگران جدوجہد کوشش بنمائیم و برائے خود و دیگر حضرات مجددیہ و عوام الناس از خود مثال پیدا نکنیم بنیاد ظلم در اندک بود ہر کہ آمد اندک بر آن افزود تا بہ این حد رسیدہ درختی کہ اکنون گرفتہ است پائی- بہ نیروئ شخصی بر آید زجائی و گر ہمچنان روزگارش ہلی- بگردونش از بیخ بر نگلی

پس چہ باید کرد برائے این چند تجویز ہا کہ بخاطر من می آیند ہم تعلیم و اصلاح بنات می شود وہم ننگ و ناموس خاندان باقی ماند در وقت روبروئ عرض خواہم نمود-

فارسی ہدایت نامہ کا ترجمہ

"یہ ذمہ کون اٹھاتا ہے کہ گھروں میں دو تین درجہ سندھی اردو پڑھ کر خاموش گھروں میں بیٹھیں گی- آگے بڑے شہروں میں بڑے اسکولوں میں نہ

جائیں گی، گھروں میں تو فقط بے عزتی کا بیج بویا جاتا ہے۔ ان کا فائدہ اور ثمر تو لاہور اور راولپنڈی میں کھایا جائے گا۔ ابھی تو گھروں میں بچوں کی عمر چھوٹی ہے۔ ابتدا میں انھی کی فطرت خراب کر کے اور انہیں کے دل و دماغ میں بے ستری، بے دینی، آزاد خیالی کا نقش بنا کے پھر ان کی عمر جوانی کو پہنچنے لگی گی۔ تب ان کو بڑے شہروں میں رشتہ داروں کی نظروں سے دور روانہ کر کے خوب آزادی کا موقع دیا جائے گا۔ اس کے نتیجہ دیکھنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

کہنے میں آتا ہے یہ زمانہ دوسرا ہے ہمیں زمانہ کے ساتھ چلنا ہے، عورتیں بے ستری بے پردہ ہوگئیں تو کیا ہے زمانہ کے ساتھ چلنا ہے۔ خنزیر کھائیں، شراب پئیں تو کیا ہے زمانہ کے ساتھ چلنا ہے۔ آغا جان اور محمد علی بوگرا کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ دے کر رقص کریں تو کیا ہے زمانہ کے ساتھ چلنا ہے۔ مگر ہم مسلمانوں کو خدا تعالیٰ اور رسول کریم علیہ السلام کے ساتھ چلنا ہے۔ نہ زمانہ کے ساتھ ہم خدا پرست ہیں نہ کہ زمانہ پرست۔

ہمارے باپ اور تمہارے دادا حضرت صاحب مرحوم اپنے بیٹوں اور پوتوں کو اسکول میں پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ہم ایسے بے غیرت نالائق ہوں گے جو اپنی لڑکیوں کو اسکول میں اول اپنے گھر سے شروع کریں پھر ٹنڈو میں، پھر کراچی اور لاہور میں پھر ولایت لندن اور امریکہ روانہ کریں گے۔ وہاں جا کر انگریزوں سے رابطہ کریں، ناٹک اور سینما میں جائیں، پارٹیوں میں جائیں، ان کے ساتھ رقص کریں اور ان کے ساتھ شادیاں کریں۔ یہ تلخ حقیقتیں ناگفتہ بہ باتیں کوئی فرضی اور وہمی افسانے نہیں۔ میرے پاس نوجوان غیر شادی شدہ مریدانیوں کے خطوط لندن اور امریکہ سے آرہے ہیں۔ وہ سندھ سے پڑھ کر اعلیٰ تعلیم سند حاصل کرنے کے لئے ولایت گئی ہیں۔ (حضرت ہمیں دعا کریں کہ کامیاب بنیں امتحان میں پاس ہوجائیں) بابا آپ دعا

سے پہلے کامیاب ہوچکی ہیں۔ دعا کی کیا ضرورت۔ ایسے بہت مثال چشم دیدہ واقعات ہمارے سامنے موجود ہیں۔ جن خاندانوں کی شریف لڑکیاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے لاہور گئی ہیں، وہاں بیٹیاں اپنی دلپسندی موجب غیر کوفہ میں شادی کر بیٹھی ہیں اور عمر بھر کے لئے اپنے عزیز اقرباء سے الگ ہوگئی ہیں۔ وہ وقت دور نہیں جو ہمارے خاندان کی بیٹیاں بڑی سند حاصل کر کے پرس ہاتھ میں لے کر بازاروں میں گھومتی پھریں گی اور کہنے میں آئے گا "یہ حضرت خواجہ محمد حسن جان کی پوتی یا پڑپوتی ہے۔ "سرہندی پیروں سے حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد ہے۔ آپ تھوڑا بہت صبر کریں، ہم بوڑھے جلد مرنے والے ہیں۔ ہمارے مرنے کے بعد میدان خالی ہوگا۔ پھر چاہے کوئی کرسچن ہو یا مسلمان بیبیاں میڈم بنیں نیم عریاں یا کامل عریاں، کوئی کہنے والا اور روکنے والا نہ ہوگا۔ عبدہ فقیر شاہ آغا عفی عنہ۔"

پاکستان کے بننے سے پہلے مسلم لیگ اور کانگریس کا مقابلہ تھا۔ مسلم لیگ والے الگ مسلم ریاست بنانے کے حامی تھے، کانگریسی مخلوط حکومت (ہندو مسلم حکومت) کے حامی تھے۔ چونکہ کانگریس پارٹی میں چند بڑے علماء شامل تھے۔ اس لئے عوام الناس شش وپنج میں بڑے کہ حق کس طرف ہے۔ حضرت صاحب نے اپنے مریدین ومخلصین دوست واحباب کو مسلم لیگ کو کامیاب کرنے کی تاکید فرمائی۔ شرعی لحاظ کی وجہ سے مسلم لیگ کی زیادہ مدد فرمائی۔ آخر مسلم لیگ کی کامیابی سے پاکستان بننے پر بہت خوش ہوئے۔

1964ء میں جب صدر ایوب خان کے مقابلے کے لئے مختلف سیاسی پارٹیوں نے متحد ہوکر مس فاطمہ جناح کو کھڑا کیا ہر ایک پارٹی کا خیال تھا کہ صدر ایوب کی آمریت کو ختم کیا جائے۔ سوائے اس کے ممکن نہیں مس فاطمہ جناح کو صدر مملکت کے لئے منتخب کیا جائے۔ سب پارٹیوں کے علاوہ

جماعت اسلامی بھی اسی خیال سے متفق ہو گئی۔ بہت علماء و فضلاء بھی اس طرح آمریت کے مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ تب حضرت صاحب نے اسلامی جذبہ کی خاطر مس فاطمہ جناح کو سربراہ مملکت ہونے کی مخالفت فرمائی اور تحریر عقلی و نقلی دلائل سے "تَحْذِیْرُ النَّاسِ عَنْ حُکُوْمَۃِ الْاُنَاثِ" کے نام سے لکھ کر شائع فرمائی۔ چند اقتباس ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

(س) شرعی نقطہ نظر سے کسی عورت کو منصب صدارت یعنی حکمران مملکت کے ہونے کے لئے جواز ہے یا نہیں؟

(ج) نہیں نہیں! ہرگز جائز نہیں اس کیلئے ہمارے ہاں قرآن شریف اور حدیث کے دلائل موجود ہیں۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ" یعنی مرد عورتوں پر حکمران ہیں ایسا نہیں ہے کہ عورتیں مردوں پر حکمران ہیں۔

دیکھیں شریعت میں گھر کی چار دیواری کے اندر بھی مرد حاکم ہے۔ عورت اور عیال اور اطفال ان کے تابع دار ہیں اور مرد ان کے اوپر حاکم ہیں۔ اس تحریر کے دوسرے صفحے پر لکھا ہوا ہے۔ ہمیں بڑا تعجب ہے جو بعض مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ عورت کی حکمرانی کی ممانعت صریحاً نہیں آئی ہے۔ مسلمانو! آپ دیکھیں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے: "الرجال قوامون علی النساء" وہ کہتے ہیں "النساء قوامون علی الرجال" اب یہ قول ان کے برعکس اور مخالف قرآن ہے یا موافق؟ کیا ان کا خیال ہے کہ قرآن شریف میں صریحاً نام فاطمہ جناح کا مذکور نہیں۔ ایسا نہیں فرمایا ہے کہ مس فاطمہ جناح پاکستان کے صدر ایوب کے مقابلہ میں کھڑی نہیں ہو سکتی۔ ان کا غلط خیال صحیح ہو جائے تو سب احکام دین اسلام کے درہم برہم ہو جائیں گے۔

صدر یحییٰ خان نے 1969ء میں آزاد الیکشن کرایا۔ اس زمانے میں

مختلف سیاسی پارٹیاں الیکشن میں مقابلہ کے لئے تیار ہو گئیں۔ بعض پارٹیاں پاکستان میں کمیونزم نظام حکومت رائج کرنے کے حق میں تھیں اور سوشلزم چینی نظام کی حامی تھیں اور اسلامی سوشلزم کی دعوے دار تھیں۔ بعض خاص اسلامی نظام کے حق میں تھیں۔ الیکشن والے سال یعنی 1969ء میں حضرت صاحب حیدرآباد، نواب شاہ، خیرپور کے اضلاع کے سفر میں تھے، چند نیم خواندہ اسلامی تعلیم سے بالکل ناواقف لوگ، حضرت صاحب کے حضور میں آکر مناظرہ کرتے تھے اور بعض کم علم لوگ برسر بازار اسلامی نظام پر نکتہ چینی کرتے تھے۔

اگر بینیم و نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

یعنی اگر نابینا کے سامنے کنواں ہے تو خاموش ہو کر بیٹھنا گناہ ہے۔ اس لئے حضرت صاحب نے عوام کی ہدایت اور مخلصین اور مریدین متعلقین کی رہبری کیلئے ایک کتاب "اسلامی مساوات" کے نام سے لکھ کر چھپوائی۔ جس میں حضور اکرم سرور کائنات ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں صحیح مساوات کے مثالیں لکھی ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی مساوات کا ہونا بڑی رحمت اور نعمت ہے۔ مساوات سے مراد قانوناً عدل و مساوات ہو۔ ایسا نہ ہو کہ سب سے جبراً زبردستی سے مال ملکیت لوٹ کر سب کو ایک جیسا کہ بنا کر مساوات پیدا کی جائے۔

سال 1938ء مطابق ۱۳۵۸ھ سکھر میں مسجد منزل گاہ کے واقعہ پر حضرت صاحب نے بڑی خدمت اسلامی فرمائی۔ آپ نے اشتہار چھپوا کر سب مسلمانوں کو عموماً اور اپنے مریدین مخلصین کو خصوصاً اسلامی غیرت دلائی۔ بعینہ اشتہار کی نقل ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں کیوں کہ یہ مثال آپ کے اعلیٰ

کارناموں پر شاہد رہے گی۔

سب مسلمانوں کو عموماً اور اپنے مخلصین مریدین کو خصوصاً دعوت اسلامی

قرآن شریف سورۃ توبہ رکوع ۳ پارہ ۱۰ میں خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں۔ (حاصل معنیٰ) اے رسول کریم ﷺ! اپنی امت کو فرمادیں اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کا مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو صبر کرو جب تک اللہ کا حکم تمہارے عذاب کے لئے نازل ہو۔

برادران اسلام! آج ہماری ایک قدیمی تاریخی مسجد پر بلاوجہ قبضہ کر کے تالہ لگایا گیا ہے۔ مسلمانوں کو اس میں نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے۔ کل ہماری دیگر مساجد کے ساتھ بھی ایسا ہوگا۔ پھر ہم کو قرآن شریف پڑھنے سے بھی روکا جائے گا۔ شاید درجہ بدرجہ نماز روزہ حج اور زکواۃ پر بھی بندش لگائی جائے گی۔ کیا ہم مسلمان ہو کر اور امتی رسول کریم ﷺ کہلانے کی صورت میں اور ایسی حالت میں آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائیں گے۔ آزادی مسجد خدا کے گھر کی آزادی کے لئے کوئی جدوجہد نہ کریں گے؟ تو کیا اس حالت میں ہم مسلمان ہو کر صفحہ ہستی پر زندہ قوم ہو کر رہنے کے حق دار رہیں گے؟

فرمان خداوندی کے مطابق ہم کو اپنا عیش اور آرام چھوڑ کر دنیا کے تعلقات توڑ کر مسجد کی آزادی کے لئے حتی الوسع جدوجہد کرنا اور تکالیف برداشت کرنا فرض ہے۔ ہم حکومت سے جنگ وجدال نہیں کرتے۔ سرکاری

ملکیت پر قبضہ نہیں کرنا چاہتے، اپنی قدیمی، تاریخی، مذہبی یادگار چاہتے ہیں۔ اپنی عبادت گاہ کو مذہبی فرض کی ادائیگی کے لئے آزاد کروانا چاہتے ہیں۔

آج ہم اپنے بیٹوں اور بھائی صاحب زادہ عبدالستار جان کے ساتھ مسجد منزل گاہ سکھر والی قربان گاہ کی طرف جارہے ہیں اور اپنے سب دوست اور مخلصین کو دعوت اسلامی دیتے ہیں کہ سب مسلمان کلمہ گو خواہ کسی مسلک اور کسی خیال کا ہو اس اصولی کام میں متحد اور متفق ہو کر شامل ہو جائے اور اسلام کی عزت اور شوکت قائم رکھیں، ورنہ یاد رکھنا یہ وقت سب پر آنے والا ہے۔ کسی کی مذہبی عبادت گاہ محفوظ نہ رہے گی۔ یہ کوئی وقتی جوش اور ہنگامہ نہیں ہے، یہ جدوجہد ہمیشہ قائم رکھنا چاہیے۔ تب تک چین اور آرام سے نہیں رہیں جب تک مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

دست از طلب ندارم تا کام من آید - یا تن رسد بجاں یا جان ز تن بر آید

فقیر شاہ آغا سرھندی مجددی عفی عنہ
ٹنڈو سائیں داد ضلع حیدرآباد سندھ
۱۳ شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ

حضرت صاحب کی جدوجہد اور دعا کی وجہ سے یہ مسجد منزل گاہ مسلمانوں کو ملی۔ حضرت صاحب کے اور بھی کئی اسلام کی تائید میں کارنامے ہیں جو جگہ کی قلت کی وجہ سے مجبوراً نہیں دے پائے ہیں ''حکایت بودے پایاں بہ خاموشی ادا کردم''

وعظ و نصیحت

حضرت صاحب سفر خواہ حضر میں اپنے مریدوں کو احسن طریقہ سے وعظ اور نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ شرعی احکام پر چلنے کا حکم اور ممنوعات، مکروہات

سے منع فرماتے تھے۔ نماز کی بہت تاکید کرتے تھے۔ حتی کہ نماز کی تاکید کے متعلق ایک مضمون رقم فرمایا سائیکلواسٹائل کے ذریعہ لکھوا کر مریدوں میں تقسیم فرمایا۔ عام فائدہ کیلئے ناظرین کے سامنے بعینہ پیش کیا جاتا ہے۔

نماز کی تاکید

قبول حضرت ایزد نہ گردد، بقیں میدان دعائے بے نمازی
رسول حق نبید روز محشر، ز روئے لطف سوئے بے نمازی

قیامت کے دن بے نمازی عورت کو لے جائیں گے۔ حکم صادر ہوگا اس کو دوزخ میں ڈال دو۔ وہ عورت چیخے گی میرا کیا قصور ہے؟ مجھ کو چھوٹی عمر میں والدین نے نہ نماز سکھائی نہ پڑھائی، پھر میرے خاوند گھر کا کام کراتے رہے مگر نماز پڑھنے کے لئے کبھی نہیں کہا۔ پھر اپنے بھائی اور لڑکے کے نام بولے گی کہ انہوں نے بھی کبھی نہیں کہا پھر میں بیچاری کس طرح نماز پڑھ سکتی؟ حکم ہوگا ان چاروں نماز پڑھنے والوں کو بھی اس عورت کے ساتھ دوزخ میں ڈال دو۔ یعنی ایک بے نمازی عورت چار نماز پڑھنے والوں کو دوزخ میں ڈلوادے گی۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ '' یعنی ہر وہ شخص چرواہا ہے اپنے ریوڑ کا جواب دار ہے۔ فالامام راع وھو مسئول عن رعیتہ پھر امام یعنی بادشاہ وقت بڑا چرواہا ہے۔ وہ اپنی رعیت کا جواب دار ہے۔ والرجل راع وھو مسئول عن اھلہ ہر وہ شخص چرواہا ہے اپنے گھر کا اور جواب دار ہے اہل واولاد کا۔ اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ پیر مرشد بھی اپنے مریدوں کا جواب دار اور استاد یا ماسٹر اپنے شاگردوں کا جواب دار ہے۔

اب ہمارے مرید اور ہمارے شاگرد نماز نہیں پڑھیں گے تو ان کی

جواب داری کی وجہ سے ہم گناہ گاری میں گرفتار ہوں گے۔ مریدوں کی دعوتیں کھائیں اور ان سے نذرانے لیں اور دعائیں دیں نماز اور روزہ کیلئے کچھ نہیں کہیں تو کیا ہماری قیامت کے دن باز پرس نہ ہوگی؟ میں ڈرتا ہوں مبادا میرے ساتھ اس عورت بے نمازی والا معاملہ نہ ہو اس لئے یہ اعلان کرتا ہوں کہ مہربانی کرکے بے نماز شخص میرا مرید نہ ہو اور آئندہ کے لئے توبہ تائب ہوجائے۔ میری دعوتیں نہ کرے، مجھ کو نذرانہ نہ دے، مجھ سے دعائیں نہ کرائے۔ میں خود گناہگار ہوں اور پھر دوسروں کا گناہ اپنے سر پر کیسے اٹھا سکوں گا؟

الفقیر عبداللہ عرف شاہ آغا ٹنڈو سائیں داد (ٹنڈو محمد خان)

چند ہدایات اپنے مریدوں اور عام مسلمانوں کے لئے

یہ مضمون بھی سائیکلواسٹائل کے ذریعہ لکھوا کر تقسیم فرمایا تھا۔

(۱) میری دعوت میں تکلف نہ کرنا بہت قسم کے طعام نہ کریں۔ میری طبیعت ضعیف ہے معدہ کمزور ہے پر تکلف طعام ہر وقت نہیں کھا سکتا۔

(۲) دعوت میں دیکھا گیا ہے کہ گرد و نواح کے لوگ بہت آتے ہیں۔ آپ دعوت کے کھانے تیار کرتے وقت نیت ایصال ثواب کی کریں یعنی ان طعام کا ثواب اپنے پیر و مشائخ نقش بندیہ اپنے عزیز واقربا کے ارواح کو ثواب پہنچانے کے لئے کریں تو دعوت کی دعوت اور ثواب کا ثواب ہوجائے گا۔

(۳) ملنے کے وقت لوگ جلدی میں رش کرکے دست بوسی یا قدم بوسی پر حملہ کرتے ہیں، کئی گھنٹے تک ان لوگوں کی دست بوسی ختم نہیں ہوتی۔ بعضے تو اچانک قدموں پر گر جاتے ہیں تقریباً مجھ کو گرا دیتے ہیں۔ مہربانی کرکے قدم بوسی تو بالکل نہ کریں فرصت ہو تو دست بوسی کی اجازت ہے۔

مگر بہتر طریقہ مسنون سلام اور مصافحہ ہے۔ زیادہ تکلیف نہ مجھ کو دیں نہ خود کو دیں۔ کیوں کہ شرعی طریقہ ملاقات کا بہت آسان ہے۔ لہٰذا السلام علیکم کہنا یا مصافحہ کرنا۔

(۴) نذرانہ دینے میں یہ خیال رکھنا کہ زکوٰۃ کا مال نہ ہو، کیوں کہ میں زکوٰۃ دینے والا ہوں نہ کہ لینے والا۔ دوسری بات یہ کہ نذرانہ صغیر اور یتیم کا مال نہ ہو۔ انہی کے مخلوط مال سے خیر خیرات کرنا درست نہیں۔ خاص اپنے حصہ سے اپنی طاقت کے مطابق نذرانہ یا خیرات دینا چاہیے۔

(۵) جو عورتیں مرید ہونے کے لئے میرے پاس آتی ہیں، وہ کامل شرعی پردہ رکھ کر آئیں۔ اس زمانہ کا مروجہ لباس ستر والا نہیں وہ رب کاسیات عاریات میں داخل ہیں۔ اجنبی عورت پر پہلی اچانک نظر پڑتی ہے، وہ معاف ہے مگر پھر اس کے چہرہ کو غور سے دیکھنا ناجائز اور گناہ ہے خواہ پیر صاحب ہوں خواہ استاد اور خواہ مولوی صاحب ہوں۔

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کریمہ فرماتی ہیں کہ میرے حجرہ یعنی گھر میں سرور کائنات حضرت نبی کریم ﷺ دفن کئے گئے اور پھر میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دفنایا گیا تب بھی میں بے حجاب بغیر پردہ اس حجرہ میں آتی جاتی تھی۔ مگر جب حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اس جگہ دفنایا گیا تو پھر میں کامل ستر والا لباس پہن کر آتی تھی کیوں کہ امیر عمر رضی اللہ عنہ میرے لئے نامحرم شخص تھے۔ اب خیال کر کے دیکھو کہ جب قبر میں مدفون شخص سے اتنا ستر اور پرہیز ہے تو پھر اس زمانہ کے مولویوں اور پیروں سے کس قدر احتیاط رکھنا چاہیے۔ حالانکہ یہ ذکر ام المومنین کا ہے جو سب مومنین کی ماں ہیں۔ ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔

(۶) مہربانی کر کے خطوط میں مجھ کو بڑے آداب والقاب نہ لکھیں اپنے کو

گنہگار اور مجھے شرمسار نہ کریں۔ فقط جناب حضرت لکھنا کافی ہے۔ خطوط میں بھی مضمون مختصر معنی خیز لکھیں، اخبار جیسے بڑے مضمون نہ لکھیں مجھے ایسے لمبے خطوط پڑھنے کی فرصت نہیں۔ تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی۔

حررہ الفقیر عبداللہ عرف شاہ آغا عفی عنہ از ٹنڈو سائینداد

سال 1971ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ کے وقت دعائے قنوت نازلہ پڑھنے کے لئے حضرت صاحب نے سب مسلمانوں کو ترغیب اور تاکید کی اور ایک مضمون لکھ کر شائع فرما کر تقسیم فرمایا تھا وہ مضمون بھی تبرکاً ناظرین کے سامنے عرض کرتا ہوں۔

۷۸۶

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ

برادران اسلام! آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے وطن عزیز پاکستان پر ہمارے ازلی مکار دشمن بھارت نے حملہ کر کے ہمارے ایمان اور غیرت کو للکارا ہے اور ہمارے اوپر جنگ مسلط کی ہے۔ خاص طور پر عام شہری آبادی پر بمباری کر کے اپنی انتہائی بزدلی اور سفاکی کا ثبوت دیا ہے۔ جس کی اجازت انسانیت اور کوئی بھی دین مذہب نہیں دیتا۔ اس لئے اس وقت ہر طریقہ سے دشمن کا مقابلہ کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ ایسی مشکل اور مصیبت کے وقت میں حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کو دعائے قنوت نازلہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ جس کا طریقہ کتب فقہ میں بھی بتایا گیا ہے۔

اس لئے اپنے مریدان اور مخلصین اور عام مسلمان بھائیوں کو استدعا کرتے ہیں کہ یہ دعا طریقہ ذیل کے مطابق پڑھتے رہے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک و قوم پر اپنا رحم و کرم فرمائے اور ہم کو اپنے دین، وطن اور قوم کے دشمن،

پر فتح نصیب کرے۔ آمین

طریقہ

فجر کی نماز کی آخری رکعت میں پیش امام سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد بلند آواز کے ساتھ پڑھے اور جماعت آہستہ آواز میں آمین کہے۔ دعائے قنوت نازلہ

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَآئَكَ. اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَاَنْزِلْ عَلَيْهِمْ بَأْسَكَ الَّذِيْ لَا يُرَدُّ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ.

نوٹ: یہ دعا ہمارے والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی رحمتہ اللہ علیہ جنگ عظیم کے دران بھی پڑھتے تھے۔

العبد الفقیر عبداللہ عرف شاہ آغا مجددی

درگاہ ٹنڈو سائیں داد

طہارت و تقویٰ

آپ پاکی اور پرہیزگاری میں یکتائے زمانہ تھے۔ اپنے کپڑے کبھی بھی عام دھوبیوں سے نہ دھلاتے تھے۔ اپنے خاص خادموں سے دھلاتے تھے۔ جو آپ کی طبیعت مبارک سے واقف تھے۔ نئے آدمی سے اگر کپڑے دھلواتے تو پہلے اس کے ہاتھ اچھی طرح صاف پاک کرواتے پھر دھونے کی اجازت دیتے۔ کپڑوں کو نل کے پانی یا جاری پانی سے تین مرتبہ دھلواتے اور نچوڑنے کے بعد پاک جگہ پر خشک کراتے۔ وضو بھی خاص احتیاط سے کرتے تھے تاکہ

استعمال شدہ پانی کپڑے یا بدن پر نہ لگ جائے۔ اپنے پاؤں کو اچھی طرح خشک کر کے جوتے میں ڈالتے تھے۔ غسل بھی عموماً نل کے پانی یا نہر کے پانی سے کرتے تھے۔ اتفاقاً سفر میں نل کا پانی یا جاری پانی نہیں ملتا تو بڑے احتیاط سے اور پاکی سے پانی کا برتن اونچی جگہ پر رکھوانے کا انتظام کراتے تھے، تاکہ غسل کرتے وقت استعمال شدہ پانی کی چھینٹیں پاک پانی میں نہ پڑیں۔ اسی طرح دوائیں بنانے میں بھی پاکی اور پرہیزگاری کا بہت خیال کرتے تھے۔ ہم خادم لوگ آپ کی احتیاط پر حیران ہوجاتے تھے۔ مثلاً ریشہ پکانے کے لئے ہانڈی کو تین مرتبہ دھونا اور دھونے کے بعد الٹا کرنا تاکہ پانی کے قطرے ٹپک جائیں۔ دواؤں میں بھی نل کا پانی یا بہتا ہوا پانی پسند کرتے تھے۔ حتیٰ کہ دوات میں بھی نل کا پانی یا بہتا ہوا ہی استعمال کرتے تھے۔

شرعی اختلاف اور شبہ والے کام سے بہت زیادہ پرہیز کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے پوری زندگی مبارک میں کبھی کسی بینک میں پیسے جمع نہ کروائے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنی زبان حق ترجمان سے فرمایا کہ میں نے آج تک بینک میں پیسے جمع کروانا پسند نہیں کیا کیوں کہ شرعی شبہ ہے۔ اس لئے میں نے ہزارہا روپیہ ضائع کرنا برداشت کئے ہیں۔

پوری زندگی مبارک میں بالوں کو خضاب بالکل نہیں لگایا خالص مہندی لگاتے تھے۔ کیونکہ سیاہ خضاب میں جواز اور عدم جواز بابت علماء میں اختلاف ہے۔ سفر و حضر میں جو چیز نذرانہ میں ملتی تھی اس کو بڑی احتیاط سے استعمال کرتے تھے۔ یتیم اور صغیر بچہ کا مال مشترکہ ملکیت اور مشکوک آمدنی سے جو ملتا تھا اس کو بالکل الگ فرما کر کسی فنڈ یا ادارے میں دیتے تھے۔ مجسٹریٹ وکلاء اور پولیس والوں کے نذرانہ کو اپنے استعمال میں نہ لاتے تھے۔ فقیروں، غریبوں کو خیرات میں دے دیتے تھے۔ کاسبی لوگ یعنی وہ لوگ جو اپنے

ہاتھوں سے کماتے ہیں ان لوگوں کے نذرانہ کو بہت پسند کرتے تھے اور اپنے استعمال کے لئے رکھ لیتے تھے۔

صبر و تحمل

شاہ عبداللطیف بھٹائی فرماتے ہیں:

نهائين كان نينهن، سک منهنجا سپرين
سڄي سارو ڏينهن، ٻاهر ٻاڦ نه نکري

اردو ترجمہ: (بھٹی سے محبت کا سبق سیکھو۔ سارا دن جلتی رہتی ہے مگر باف باہر نہیں نکالتی)

صبر اور تحمل میں اعلیٰ مقام حاصل فرمایا جس طرح شاہ صاحب کے اس شعر سے سچے عاشقوں کے صبر کی طرف اشارہ ہے آپ نے اسی طرح صبر پر عمل کر کے دکھایا۔

آپ کی صبر کی ایک مثال

۹ تاریخ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ آپ کے فرزند ارجمند حضرت صاحب زادہ مولانا مولوی غلام نبی جان مرحوم کی وفات کے وقت آپ درگاہ شریف ٹنڈو سائیں داد سے یہاں کراچی پہنچے۔ اسی دن حضرت صاحب زادہ مولوی صاحب نے تقریباً چار بجے دن کو وفات فرمائی تھی۔ آپ مغرب کے بعد جگہ کے دروازے پر پہنچے تو آپ کو معلوم ہوا کہ صاحب زادہ وفات پا گئے ہیں۔ اس خبر حسرت اثر کا معلوم ہونے کے بعد بڑے حوصلہ اور ہمت کے ساتھ مجلس میں بیٹھ گئے۔ فقط کلمہ ترجیع انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر فرمایا کہ روٹی کھاؤ (سب کو روزہ تھا) اور مجھے بھی روٹی کھلاؤ۔ دستر خوان بچھوادیا۔ بالکل آرام و اطمینان کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔ آپ غسل اور کفن کے وقت بالکل آرام

اور سکون کے ساتھ جنازہ کے قریب بیٹھے رہے۔ دستار مبارک سر سے اتار کر آسمان کی طرف نظر فرما کر سبحان اللہ سبحان اللہ فرماتے تھے۔ ہم سب لوگ حیران تھے کہ حضرت صاحب کا صبر اس قدر کہ ہم گریہ زاری میں ہیں اور حضرت صاحب سکون سے بیٹھے ہیں۔ واقعی آپ کا صبر مصداق حدیث شریف اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی تھا۔ (یعنی اللہ کے ہاں وہ صبر مقبول و محبوب ہے جو پہلے صدمہ کے وقت واقع ہو) اسی رات حضرت صاحب اور ہم لوگ جنازہ کے ساتھ درگاہ شریف پہنچ گئے۔ دوسرے دن حضرت صاحب زادے مرحوم کی تدفین کے بعد آپ کے چہرہ مبارک پر فاتحہ خوانی کے وقت گریہ اور غم کا اثر غالب ہوا۔ یعنی آپ کا یہ عمل بھی حدیث شریف کے مطابق تھا جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات اور فراق کے وقت فرمایا تھا کہ آنکھیں ٹپک رہی ہیں اور دل غمگین ہے اور ہم وہی کہیں گے جس سے رب راضی ہو۔ اے ابراہیم تیری جدائی سے ہم غمگین ہیں۔

آپ کے تحمل کی مثال

سنہ ١٩٥٢ء میں جس وقت آپ نے قاضی نجم الدین مرحوم کو زمین کی نگرانی سے برطرف کر کے اس کی جگہ قاضی غلام علی سومرو مرحوم کو رکھا، اسوقت آپ کے سامنے زمین کی آمدنی کا حساب کتاب پیش کیا گیا اور کہا گیا کہ حضرت آپ کی زمین کی آمدنی کی رقم ساٹھ ہزار اس کتاب میں لکھی ہوئی ہے آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ بابا کتاب میں لکھا ہونے سے کیا بنے گا۔ تجوری تو خالی ہے۔ آپ کے کتنے ہی رکھے ہوئے پیسے اور امانتیں ضائع ہو جاتی یا کوئی چور چوری کر کے لے جاتا اور جب معلوم ہوتا تو فقط اسم ذات اللہ اللہ کا ذکر

زبان پاک پر لاکر صبر اور تحمل فرماتے تھے۔

شفقت اور رحم دلی کی مثال

آپ نہایت شفیق اور رحم دل تھے۔ کبھی کسی سے غلطی سرزد ہوتی تو اپنی عنایت اور شفقت سے معاف فرمادیتے۔ ایک مرتبہ یہ غلام راقم الحروف کوئٹہ میں آپ کی خدمت میں رہتا تھا اور تقریباً چھ سات سال تک آپ کی حاضری میں خدمت کا شرف حاصل کرتا رہا۔ سندھ کی طرف آمد کا وقت تھا۔ سامان تیار کرنے میں خادم لگے ہوئے تھے۔ اس ناچیز راقم الحروف کو حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ تیل کے ڈبے ہیں۔ یہ تیل ایک ڈبے میں ڈال دو تاکہ سامان کم ہو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی خاطر ایک بنا ہوا شربت کا ڈبہ جو تیل کے ڈبوں کے ساتھ پڑا ہوا تھا تیل کے ڈبہ میں ملادیا کیوں کہ تیل اور شربت کا رنگ ایک ہی تھا، جب معلوم ہوا کہ یہ تو میری بڑی غلطی اور بے وقوفی ہے، ڈر گیا کہ میرا حال کیا ہوگا۔ دوپہر کو کھانا کھلاتے وقت اپنی غلطی و ندامت اور شرم ساری کے ماجرا سے حضرت صاحب کو واقف کیا۔ آپ اس وقت خاموش ہوگئے کوئی جواب نہ دیا۔ میں فکر میں رہا اب خیر نہیں نہ جانے حضرت صاحب کیسی سزا دیں گے یا ہمیشہ ناراض ہوں گے۔ پوری رات فکر میں اور بے قراری میں گذری۔ صبح کو فرمایا کہ مولوی ادھر آؤ یہ پیسے لو کوئٹہ جاکر بلاٹنگ پیپر (سیاہی چوسنے والا کاغذ) لے آؤ۔ یہ کاغذ شربت میں ڈال دیں گے تو تیل کا غلبہ زائل ہوجائے گا۔ پھر مسکراتے ہوئے خوشی کے انداز میں ایک لطیفہ سنایا۔ فرمایا کہ ایک شخص نے نوکر کو کہا کہ دوا کی بوتل لے آؤ نوکر سیاہی کی بوتل لے آیا۔ مالک نے دیکھ کر کہا بابا یہ تو سیاہی کی بوتل ہے۔ نوکر نے کہا حضرت یہ دوا تو رات کو بھی پی تھی۔ مالک نے کہا واہ تو نے مجھ کو رات میں سیاہی پلائی۔ نوکر دوڑ کر بلاٹنگ پیپر سیاہی چوسنے والا کاغذ لے کے آیا اور کہا

حضرت یہ کاغذ کھاؤ تو سیاہی کا اثر زائل ہوجائے گا۔ آپ کی رحم دلی اور شفقت پر میں حیران ہوگیا کہ نہ تو تنبیہ فرمائی نہ تنبیہ کا اشارہ کیا۔ لطیفہ سنا کر آپ بھی ہنسے اور مجھ کو بھی ہنسایا۔ آپ کا خُلق محمدی ﷺ تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں ہمیشہ رہتا تھا، آپ نے مجھ کو کسی بھی غلطی کی تنبیہ نہ فرمائی اور نہ کبھی جھڑکا۔

سخاوت

سخاوت کی صفت میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کا دستر خوان بالکل کشادہ تھا۔ جس وقت بھی آپ کا کوئی دوست، مرید مخلص آتا تھا تو اول اس کو کھانے کے لئے کہتے تھے۔ اگر کسی کو کھانے کی طلب ہوتی تو خادم کو فرماتے تھے کہ حویلی کا دروازہ کھٹکا کر خادمہ کو کہو کھانا تیار کرے۔ فلاں مہمان آیا ہے۔ گرمی کی دنوں میں آپ فقط تین چار مہینہ شیخ ماندہ کوئٹہ بلوچستان میں اپنی جگہ پر قیام فرماتے تھے۔ آپ کے قیام کے دوران شیخ ماندہ والا مکان ایک بڑا شفاخانہ اور مسافر خانہ بن جاتا۔ بہت سے لوگ واقف ناواقف بیٹھے ہوتے تھے۔ بعض ان میں سے خیراتی دوائیں لیتے اور بعض دعائیں اور تعویذ لیتے تھے۔

سندھ کے بعض مرید یا فقط واقف لوگ جب آپ سے واپس جانے کی اجازت لیتے تھے، تو آپ فرماتے تھے کہ ٹنڈو سائیں داد میں ہمارے ہاں کوئی آتا ہے اور ایک رات گزار کے اجازت لیتا ہے تو ہم اس کو خوشی سے اجازت دیتے ہیں۔ آپ بہت دور دراز سے سفر کرکے سندھ سے باہر دوسرے صوبہ میں آئے ہیں۔ اس لئے تم کو اجازت نہیں دیتے۔ کم از کم دس پندرہ دن رہیں۔ کوئٹہ کی آب وہوا کھائیں۔ ایک دو رات رہ کر سندھ کی طرف جائیں گے تو آنے سے کیا فائدہ۔ آب وہوا کا اثر نہیں ہوگا۔

حضرت کی اسی شفقت اور قرب کی وجہ سے گرمی کے سیزن میں بنگلہ

کے سب کمرے مہمانوں سے بھرے ہوتے تھے۔ بہت سے مہمان باعیال رہتے تھے کتنے ہی کمرے باعیال مہمانوں کے لئے بنوائے تھے۔ ہر ایک مہمان کا کھانا لنگر سے بدستور آتا تھا۔

مہمان روزی بخود می آورد
پس گناہ میزبان رامی برد

یعنی مہمان روزی اپنے ساتھ لاتا ہے اور صاحب دعوت کا گناہ لے جاتا ہے۔

حضرت کی سخاوت فقط کھانا کھلانے میں منحصر نہ تھی، بلکہ دیگر صدقہ خیر خیرات کا سلسلہ ہر وقت جاری رہتا تھا۔ جو بھی مرید مخلص عزیز و اقارب حرمین الشریفین سے واپس آتے تھے تو ان کی آپ بڑی محبت اور خلوص کے ساتھ پر تکلف دعوت کرتے۔ خواہ ادنیٰ درجہ کا مرید ہو اور ان سے بڑی مجلسیں اور ملاقاتیں فرماتے تھے۔ جب مریدوں کی طرف سفر پر روانہ ہوتے تو اول دوائیں اپنے خرچ سے تیار کرتے۔ پھر ہر ایک حاجت مند کو مفت دوائی دیتے تھے۔ دوائی دینے کے ساتھ ضرورت مند کو نسخہ بھی لکھ کر دیتے تھے۔ سفر میں اکثر یہ دوائیں ساتھ رہتیں تھیں۔ اطریفل گشنیزی، برشعثا، قبض بادی کے لئے گولیاں، کشتہ فولاد دو تین قسم والا، جامن والا۔ گلرونده والا، مولی کے پانی والا، حب بواسیر، سفوف پرمیل معجون لبوب کبیر، معجون کچلہ، معجون کچلہ سے بہت لوگ شفایاب ہو گئے، وجع المفاصل، فالج، لقوہ کی بیماری کے لئے فائدہ دینے میں حیرت انگیز ہے۔ چھوٹے بچے اور شیر خوار بچوں کو بھی حضرت کھلاتے تھے۔ ان کی عمر کے مطابق وزن دیتے تھے۔ آپ کی زندگی مبارک اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کے لئے وقف تھی۔ یہ صفت یعنی خدمت خلق آپ کی بزرگی فضل وشرف کے لئے کافی بڑی دلیل ہے، جس طرح حضرت سعدی

شیرازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عبادت بجز خدمت خلق نیست — بہ تسبیح و سجادہ دلق نیست
توہم بردرے ہستی امیدوار — پس امید بردر نشینان برار
بہ احسان آسودہ کردن دلے — بہ از الف رکعت بہر منزلے

یعنی خدمت خلق سے زیادہ کوئی عبادت سوائے فرض کے بہتر نہیں۔ تسبیح جائے نماز اور گدڑی سے کوئی فضیلت نہیں یعنی تو بھی کسی دروازے پر امیدوار ہے۔ اس لئے جو تیرے در پر آتے ہیں، اُن کی امید پوری کرو۔ یعنی کسی ایک دل کو احسان سے خوشکرنا۔ ہر ایک منزل پر ہزار رکعت نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔

حضرت قطب العارفین زیب خاندان مجددیہ تاج الاولیاء خواجہ محمد حسن جان سرہندی قدس سرہ کا مکتوب گرامی کوئٹہ سے لکھا ہوا آپ کے نام (راقم الحروف کے والد بزرگوار کی ایک کتاب پر نقل کیا ہوا دستیاب ہے) جس میں آپ نے حضرت صاحب کے خط کا جواب دیا ہے۔ پیار اور شفقت کے ایسے انداز سے لکھا ہے، جس سے حضرت صاحب کے ساتھ بڑی محبت اور حضرت صاحب کی بڑی فضیلت کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ وہ مکتوب شریف بعینہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

برخوردار مکرم شاہ آغا سلمہ

بعد از دعوات فقیر از سہ چہار روز، در اوطاق کوہ والہ بود کہ بارش جوی آب راز گل پر کردہ بود و در خانہ بندرا از یخ کشیدہ امروز آمدم خط ایشان را و جملہ خطوط سندھ دیدم از رسیدن صدمہ سقوط از درخت و مجروحی را نجا ایشان صدمہ واندوہ وانتظار کہ بدل فقیر است اندازہ آن او تعالیٰ بہتر می داند۔

تنت بہ ناز طبیبان نیاز مند مباد — وجود نازکت آزردہ گزند مباد

سلامت ہمہ احباب در سلامت تست   بہ ہیچ عارضہ شخصی تو دردمند مباد

ثمرۂ عمر فقیر وجود وایشان است در وقت تحریر این حروف آنقدر رقت عارض شد کہ زیادہ خیریت پرسی نمی توانم نوشت این قدر می نویسم کہ در ڈاک واپسی دو حروف خیریت خود بنویسند کہ انتظار از حد است آنچہ از بارش طوفانی وغلیدن دیوارہائے سرائے بیرونی مرقوم بود زیادہ باعث پریشانی شد سرہائے شمایان سلامت باشد کہ دیوار ہائے از گل ساختہ خواہد شد، وجود انسان راجز خالق او کسے راجال ساختن نیست۔ فقیر محمد حسن عفی عنہ

برخوردار مکرم شاہ آغا سلمہ

دعاؤں کے بعد لکھا جاتا ہے کہ فقیر تین چار دن سے جبل والے مکاں پر تھا وہاں بارش کی وجہ سے پانی کی نالی مٹی سے بھر گئی۔ بارش کے نالہ نے بند کو توڑ دیا۔ آج جب واپس آیا تو سندھ کے خطوط میں سے آپ کا خط دیکھنے میں آیا۔ آپ کو جو تکلیف درخت سے گرنے سے اور رانوں پر زخم ہونے کی وجہ سے پہنچی ہے، اس سے جو صدمہ، غم اور انتظار اس فقیر کے دل میں ہے اس کا اندازہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

تیرا جسم طبیبوں کے ناز کا (اللہ کرے) محتاج نہ ہو
تیرا نازک وجود (اللہ کرے) تکلیف سے دردمند نہ ہو
سب دوستوں کی سلامتی تیری سلامتی میں ہے
کسی بھی عارضہ سے تیرا وجود مغموم نہ ہو

اس فقیر کی عمر کا ثمرہ آپ کا وجود ہے۔ یہ حروف لکھتے وقت اس قدر رقت عارض ہوتی ہے کہ زیادہ خیریت پرسی نہیں کرسکتا۔ اس قدر لکھتا ہوں کہ واپسی ڈاک میں دو حروف اپنی خیریت کے لکھیں انتظار بہت زیادہ ہے۔ آپ نے طوفانی بارش کی وجہ سے حویلی کی بیرونی دیوار کے گرنے کا لکھا ہے۔

باعث پریشانی ہوئی۔ آپ کا وجود سلامت رہے۔ مٹی کی دیواریں بن جائیں گی مگر انسان کا وجود اس کے خالق کے سوائے کسی دوسرے کو بنانے کی طاقت نہیں۔

آپ کے والد صاحب العرفان حضرت خواجہ محمد حسن جان قدس سرہ نے اپنے والد سراج الاولیاء کی سوانح حیات کتاب انیس المریدین میں آپ کے دادا جان کی بشارت اس طرح لکھی ہے۔

آپ کے دادا جان کی بشارت

ایک دن اس ملفوظات کے جمع کرنے والے کا بڑا فرزند جس کا نام عبداللہ ہے جب وہ گیارہ سال کی عمر کا تھا۔ حضرت سراج الاولیاء قدس سرہ یعنی آپ کے دادا کے حضور میں حاضر ہوا تو آپ نے (حضرت خواجہ عبدالرحمن جاسرہندی نے) دیکھ کر محبت سے پشتو زبان میں فرمایا جس کے معنی یہ ہیں۔ (اللہ تعالیٰ کے بعد میرے امیدیں تجھ میں ہیں۔)

نشست برخواست اور نیک عادات

آپ اٹھتے بیٹھتے، کھانا کھاتے، پانی پیتے اور لباس پہنتے وقت ماثورہ دعائیں پڑھا کرتے تھے۔ راقم الحروف چونکہ آپ کے ساتھ کے سارے سفر میں یا شیخ ماندہ کوئٹہ میں خدمت میں رہتا تھا۔ تب سے دعائیں سننے اور یاد کرنے کا بہت شوق تھا۔ جو دعائیں حافظہ میں آئی ہیں وہ یہاں نقل کرتا ہوں باقی دیگر ماثورہ دعائیں کتب حدیث میں ذکر کی گئی ہیں۔ جب آپ لباس پہنتے تھے تب میں آپ کی زبان سے یہ دعا سنتا تھا:

(۱) اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ هٰذَا الثَّوْبَ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ۔

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ جس نے یہ کپڑا میری قوت اور طاقت کے بغیر مجھ کو پہنایا۔

(۲) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ هٰذَا الثَّوْبِ وَخَیْرَ مَاصُنِعَ لَهٗ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ هٰذَا الثَّوْبِ وَشَرِّمَا صُنِعَ لَهٗ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے اس کپڑے کی بہتری چاہتا ہوں اور اس بات کی بہتری چاہتا ہوں جس کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس کپڑے کے شر سے اور اس بات کی شر سے جس کیلئے یہ کپڑا بنایا گیا۔

جب آپ سفر پر کسی سواری پر سوار ہو کر روانہ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ وَعَلَی اللّٰهِ فِیْ کُلِّ الْاُمُوْرِ تَوَکُّلِیْ۔

ترجمہ: اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے۔ سفر میں اور میرے مال، اہل و اولاد کا نگہبان ہے اور میری سب کاموں پر اللہ توکل ہے۔

جب آپ کسی شہر یا گاؤں سے گذرتے یا کسی منزل پر پہنچتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ هٰذَا الْبَلَدِ وَمِنْ شَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّمَا فِیْهَا اَللّٰهُمَّ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ هٰذَا الْبَلَدِ وَمِنْ خَیْرِ اَهْلِهَا اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں اس شہر کے سر سے اور اس شہر کے رہنے

والوں کے شر سے اور جو کچھ اس شہر میں۔ سب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں اس شہر کی بھلائی کا اور اس شہر کے رہنے والوں کی بھلائی کی میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اس کلمات کی برکت سے جو کامل ہیں ساری مخلوقات کی شر سے۔

سفر میں یا کسی دعوت میں کھانے کے بعد یہ دعا پڑھتے تے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِصَاحِبِهٖ وَلِاٰكِلِهٖ وَلِبَاذِلِهٖ وَلِمَنْ سَعٰی فِيْهِ

اس دعا کا کبھی کبھی مریدوں کو ترجمہ کر کے سناتے تھے۔ یعنی اے اللہ تعالیٰ! بخش دے میزبان کو اور کھانے والے کو اور خرچ کرنے والے کو اور جس نے دعوت کے کام میں کوشش محنت کی اس کو بھی بخش دے۔

مغرب کی نماز کے بعد یہ خادم آپ سے کبھی کبھی یہ دعا بلند آواز سے سنتا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی نَفْسِیْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی اَهْلِیْ وَ وَلَدِیْ وَمَالِیْ بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ مَنْ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

ترجمہ: اللہ کا نام لیتا ہوں اپنے نفس کے لئے اللہ کا نام لیتا ہوں اپنے اہل اور اولاد کے لئے اور اپنے مال کے لئے اللہ کا نام سب ناموں سے بہتر ہے۔ اللہ کا نام لیتا ہوں جو زمین اور آسمان کا رب ہے، اللہ کا نام لیتا ہوں جس کی وجہ سے آسمان اور زمین میں جو کچھ چیز ہے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

عشاء کی نماز کے بعد دنیا کی کوئی گفت وشنید نہیں فرماتے تھے مگر مسئلہ شرعی کا بیان، وعظ و نصیحت کبھی کبھی فرماتے تھے۔ رات کو جب آرام

فرماتے تھے تو اول سورۃ فاتحہ سورۃ بقرہ کا پہلا رکوع، آیت الکرسی اور سورۃ بقرہ کا آخر رکوع اکثر تلاوت فرماتے تھے بعد میں یہ دعا پڑھتے تھے۔

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّمَا خَلَقَ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ جَمِيْعِ بَلَاءِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ يَا حَفِيْظُ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔

ترجمہ: اللہ کے کامل کلمات سے میں پناہ مانگتا ہوں ساری مخلوقات کی شر سے اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات سے میں پناہ مانگتا ہوں ان کے غضب سے اور ان کے عذاب سے اور ان کے بندوں کے شر سے اور شیطانوں کے حاضر ہونے سے۔ اے اللہ! ہم کو حفاظت میں رکھ دنیا اور آخرت کی سب مصیبتوں سے اے حفاظت میں رکھنے والا اے حفاظت میں رکھنے والا اللہ تعالیٰ تمام بہتر حفاظت رکھنے والا ہے اور سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

رات کو جب نیند سے بیدار ہوتے تو آپ کی زبان مبارک سے یہ دعا سننے میں آتی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ شَيْطَانٍ وَّمِنْ شَرِّمَا رَاَيْتُ فِی الْمَنَامِ

یعنی اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں شیطان کے شر سے اور جو چیز میں خواب میں دیکھا ہے ان کے شر سے۔

الٹی طرف تھوکتے۔ اس کا تفصیلی بیان اپنی راحۃ المخلصین میں فرمایا ہے۔

اگر پریشان خواب (جب میں سوتا ہوں رات کو خواہ دن کو) دیکھنے میں آتے ہیں۔ تو میرے پاس ان کا علاج اچھا ہے۔ جو حدیث شریف میں آیا ہے

کہ جو شخص پریشان کن خواب دیکھے بیدار ہونے کے بعد الٹے طرف آہستہ آہستہ تف تف کرے اور شیطان کے شر سے پناہ مانگے پھر اس خواب وخیال کا فکر نہ کرے تو اس خواب کا کوئی ضرر ونقصان آپ کو نہیں پہنچے گا۔ آپ کو جب ایسی تکلیف پہنچے تو اوپر ذکر کیا ہوا عمل کریں۔ پھر کوئی خوف وخیال اس کا نہ کریں۔

صبح کو بیدار ہوتے وقت بھی ماثورہ دعائیں پڑھتے تھے۔ خاص طور پر یہ دعا خادم راقم الحروف آپ کی زبان مبارک سے سنتا تھا:

أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْعِزَّةُ لِلّٰهِ وَالْقُدْرَةُ لِلّٰهِ.

یعنی ہمارے اوپر صبح کا وقت اور ساری ملک پر صبح کا وقت اللہ تعالیٰ نے لایا ہے۔ عزت اللہ کیلئے ہے اور قدرت اللہ کیلئے ہے۔

فجر کی نماز کے بعد غالبا قنوت شافعی دعا میں پڑھتے تھے۔ باقی نمازوں کے اوقات پر آخر میں یہ دعا پڑھتے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا. اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ دِيْنَنَا وَاِيْمَانَنَا وَاخْتِمْ بِالصّٰلِحَاتِ اَعْمَالِنَا. اَللّٰهُمَّ اسْتُرْنَا بِسِتْرِكَ الْجَمِيْلِ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِنَا وَ آمِنْ رَوْعَاتِنَا اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمْ.

اللہ کیلئے تعریف ہے ہم انہی کی مدد کرتے ہیں اور ان سے مدد لیتے ہیں اور ان پر ایمان لاتے ہیں اور اعتماد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں

اپنے نفس کے شور اور اپنے اعمال کے شر سے۔ اے اللہ! ہمارے دین اور ہمارے ایمان کو سلامت رکھ اور نیک اعمال پر ہمارا خاتمہ کر۔ اے اللہ! ہمیں ڈھکے اچھے پردے سے۔ اے اللہ! ہمارے ننگے پن کو ڈھانک لے اور ہمارے خوف کو دور کر۔ اے اللہ! ہمیں دین کی رسوائی سے پناہ میں رکھ اور آخرت کے عذاب سے بچا لے۔ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بہتری عطا کر اور آخرت میں بھی بہتری عطا فرما اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا لے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنی طرف سے رحمت نصیب کر اور ہمارے کاموں میں ہمارے لئے بہتری مقدر کر۔

اگر کوئی دعا کیلئے عرض کرتا تو غالباً یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اقْضِ حَاجَاتِنَا وَحَاجَاتِ مَنْ اَوْصَانَا بِالدُّعَآءِ وَحَصِّلْ مُرَادَاتِنَا وَمُرَادَاتِ مَنْ اَوْصَانَا بِالدُّعَاءِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْهُ وَسَلِّمْ

(۱) اے اللہ! ہماری حاجتیں پوری کر اور ان لوگوں کی حاجتیں بھی پوری کر جنہوں نے ہمیں دعا کیلئے کہا ہے اور ہماری مرادیں پوری کر اور ان لوگوں کی مرادیں بھی پوری کر جنہوں نے ہمیں دعا کیلئے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس پر جو ان کی مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔ یعنی ہمارے آقا اور ہمارے مولا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر اور ان کے اصحاب پر اور سلام بھی انہی پر ہو۔

بیمار کے اوپر اکثر یہ دعا پڑھتے تھے:

اِذْهَبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ وَلَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآءُكَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا وَلَا اَلَمًا

یعنی اے اللہ! بیماری کو دفع کر تو سب لوگوں کا رب ہے تو شفا عطا کر جس کے بعد مرض نہ ہو۔

آپ اللہ تعالیٰ کا اسم ذاتی یعنی اللہ! اور قرآن شریف کی کوئی آیت یا کوئی دعا، تعویذ فاؤنٹین پین کی سیاہی سے بالکل نہیں لکھتے تھے۔ خاص سیاہی سے جو احتیاط اور پاکائی سے بنی ہوئی ہو لکھتے تھے۔ راحۃ المخلصین میں یہ ذکر فرمایا ہے۔

آپ کے کھانے پینے کی عادت

آپ سفر خواہ حضرت میں صبح کو ٹوسٹ اور ایک کپ چائے سے ناشتہ فرماتے۔ دوپہر کو غالباً ایک بجے ایک تندور کی روٹی درمیانہ تھوڑا کم تناول فرماتے تھے۔ بالکل سادہ کھانے کو پسند کرتے تھے۔ مرغن اور مکلف غذا سے پرہیز کرتے تھے۔ لسی، دہی اور اچار آپ کی پسندگی میں سے تھے۔ سبزیوں میں لوکی کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ رات کو کھانا بالکل کم برائے نام کھاتے تھے۔ مطلب کہ حضرت صاحب کی نشست برخواست یعنی اٹھنا، بیٹھنا اور کھانا اور پینا گھر میں یا سفر میں سنت کے موافق تھا۔ آپ کی سب عادات خرق عادت تھی۔

وقتش ھمہ صرف در عبادت ہر عادت اوست خرق عادت

اگر آپ کی فضیلت تفصیل سے بیان کی جائے تو بڑا دفتر بن جائے گا۔ راقم الحروف کو آپ کا تعارف بالکل مختصر لکھنے کا ارادہ تھا مگر لکھتے وقت شرم محسوس ہوئی کہ ایسی ہستی جس کی فضیلت اور کمالیت کی داستان بے پایاں ہے ان کے تعارف کو کس طرح چند سطور میں لکھوں۔ اب فقط اتنا لکھ کر بس کرتا ہوں کہ:

واحسن منک لم ترقط عینی
واجمل منک لم تلد النساء

تجھ سے زیادہ حسین میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا ہے اور تجھ جیسا حسین بیٹا کسی ماں نے نہ جنا ہے۔

حضرت صاحب کی اولاد واحفاد کا مختصر احوال یہ ہے:

امام العارفین حضرت آغا غلام علی جان سرہندی قدس سرہ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند مبارک کا نام نامی اسم گرامی امام العارفین **حضرت آغا غلام علی جان سرھندی** فاروقی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت مورخہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ درگاہ دارالارشاد ٹنڈو سائیں داد شریف میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ ٹنڈو محمد خان کے سرہندی حضرات میں سے وقت کے کامل ولی حضرت خواجہ عبدالقدوس جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر تھی۔ مذکورہ حضرت صاحب، قیوم جہان حضرت شاہ صفی اللہ مجددی سرھندی رحمۃ اللہ علیہ کے اولاد میں سے تھے۔ آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔

(۱) حضرت خواجہ عبدالقدوس جان ولد خواجہ حبیب اللہ جان ولد خواجہ عظیم اللہ ولد خواجہ امین اللہ ولد حضرت قیوم جہان شاہ صفی اللہ سرھندی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

راقم الحروف (مولوی نور احمد عفی عنہ) کے والد بزرگوار مولانا قاضی نذر محمد سومرو رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے تھے، جو اس وقت دھلی شریف میں، حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر مراقب تھے۔ آپ نے

دیکھا کئی اولیاء کرام جمع ہیں اور ایک دوسرے کو مبارک دے رہے ہیں۔ میرے پوچھنے پر کہ کس بات کی مبارک ہورہی ہے؟ جواب ملا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے خاندان مبارک میں ابھی ابھی ایک قطب تولد ہوئے ہیں۔ یہ سنتے ہی میں مراقبہ سے اُٹھا اور اپنی ڈائری میں وہ گھڑی، ساعت، وقت دن اور تاریخ نوٹ کرلی۔ خوشی خوشی میں بجاءِ اپنے گاؤں جانے کے میں سیدھا درگاہ شریف ٹنڈو سائیں داد چلا گیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مرشد زادہ صاحبزادہ قبلہ حضرت شاہ آغا کے ہاں اُسی وقت، اسی گھڑی اُسی دن ایک فرزند مبارک تولد ہوا ہے اور جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت غلام علی جان رکھا گیا ہے۔ آپ پیدائشی قطب اور ولی اللہ تھے۔

حضرت آغا غلام علی جان رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری اور باطنی تعلیم و تربیت آپ کے دادا وقت کے مجدد حضرت خواجہ محمد حسن جان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔

سرھندی حضرات میں ہمیشہ سے یہ معمول رہا ہے کہ دادا اپنے پوتے کی تربیت و پرورش روحانی و جسمانی کرتا آیا ہے۔ اسی طرح حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس صاحبزادہ پر خصوصی توجہ فرمائی۔ ساتھ سلاتے، ساتھ اٹھاتے، ساتھ کھلاتے اور ساتھ جگاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت آغا غلام علی جان بچپن سے عابد، زاہد، پرہیزگار، تہجد گزار اور شب خیز تھے۔

حضرت غلام علی جان آغا رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم اور ابتدائی دینی تعلیم اپنے دادا جان وقت کے مجدد اور جید عالم حضرت خواجہ محمد حسن جان رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاصل فرمائی۔ اس کے بعد ٹنڈو سائیں داد کے مدرسہ مجددیہ میں حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم بھٹیاپوری کے ہاں دینی تعلیم حاصل فرمائی۔ بعدہ مسجد شاہجہان ٹھٹھ کے خطیب علامہ مفتی محمد حسین کے مدرسہ میں چار سال

تک دینی تعلیم جاری رکھی۔ عربی کے آخری کتب مولانا مفتی قاضی لعل محمد صاحب ضیاری والے کے ہاں پڑھ کر اپنی تعلیم تکمیل فرمائی۔

مورخہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ میں آپ کی شادی خانہ آبادی آپ کے ماموں حضرت خواجہ عبدالسلام جان ولد حضرت خواجہ عبدالقدوس جان کی دختر نیک اختر سے ہوئی۔ درگاہ دارالارشاد شندوسائیں داد میں اس شادی کا بڑا اہتمام کیا گیا تھا۔ سب سرہندی حضرات، مریدین و مخلصین کو اس مبارک شادی میں مدعو کیا گیا تھا۔

سنہ ۱۳۵۸ھ میں آپ اپنے والد بزرگوار اور والدہ ماجدہ کے ساتھ حج پڑھنے گئے اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

معلوم ہو کہ حضرت آغا غلام علی جان سرہندی کی والدہ ماجدہ کا وصال حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ جاتے وقت جدہ شریف میں سنہ ۱۳۵۸ھ میں ہوا۔ آپ کو بی بی حوا کے مقام پر جدہ شہر میں دفن کیا گیا۔

حضرت آغا غلام علی جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار قطب الاقطاب حضرت عبداللہ جان بمعروف بہ حضرت شاہ آغا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سب عزیز اقرباء مریدین و مخلصین کے اتفاق راء سے مسند مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنے فیض سے اپنے مریدین و مخلصین کو فیضیاب فرمایا۔

مرحوم عبداللہ اثر اڈکانہ والے نے آپ کی مسند نشینی و دستار بندی کا سال ابجد کے حساب سے اس قطعہ سے یوں نکالا ہے۔

ہوا جلوہ افروز حق آشنا
ہوئی روشن زمین اور معطر فضا
ملا سال دستار بندی، اثر
غلام علی جان کانِ وفا

۱۳۹۳ھ

حضرت قبلہ آغا غلام علی جان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی عبادت ریاضت، ذکر و فکر و پرہیزگاری میں گذاری۔ آپ کا رابطہ ہر وقت اپنے مالک حقیقی سے بندھا رہتا تھا۔ آپ کبھی بھی دنیاداری کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ آپ شریعت اور طریقت کے امام تھے۔

جولائی ۱۹۷۷ء میں آپ عمرہ شریف پر روانہ ہوئے۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ پہنچے۔ مدینہ منورہ میں آپ کی بہت سی کشف و کرامات ظاہر ہوئیں۔ مگر آپ نے ان کو ظاہر کرنے کی سختی سے منع کی۔ ۹ اگست ۱۹۷۷ء میں آپ واپس درگاہ شریف پہنچے اور مورخہ ۲۶ شعبان ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۲ آگسٹ ۱۹۷۷ء میں آپ کا مالک حقیقی سے وصال ہوا اور اس دار الفنا کو چھوڑ کر دار البقا روانہ ہوئے۔ اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں اپنا مقام مقبرہ شریف میں بنالیا۔

حضرت صاحب غلام علی جان رحمۃ اللہ علیہ کو ایک فرزند حضرت آغا عبدالحمید جان سرھندی اور تین دختر نیک اختر ہیں۔

اعلیٰ حضرت فیض درجت قبلہ آغا عبدالحمید جان سرھندی سجادہ نشین دارالارشاد درگاہ ٹنڈو سائیں داد

آنکھوں میں بسانے والی شخصیت، دل میں بسانے والی ہستی مرشد کریم حضرت صاحب کی ولادت باسعادت ۸ ذوالحج ۱۳۶۲ھ درگاہ عالیہ ٹنڈو سائیں داد میں ہوئی۔ کتاب مؤنس المخلصین فارسی میں آپ کے دادا جان حضرت قطب الاقطاب قبلہ شاہ آغا سرھندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے والد محترم تاج الاولیاء حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندی مجددی رحمۃ اللہ

علیہ کی آخری بیماری کے دوران، کچھ چھوٹے بچے جو آپ کے اولاد میں سے تھے، دل جوئی اور دعا کروانے کے لئے خدمت اقدس میں لائے گئے۔ ان صاحبزادگان میں برخوردار عبدالحمید جان فرزند آغا غلام علی جان جن کی عمر اسوقت چار سال تھی، ان کو حضرت خواجہ صاحب کی چارپائی کے ساتھ کھڑا کیا گیا۔ حضرت صاحب نے اس صاحبزادہ کو اٹھا کر اپنے ساتھ بستر پر بٹھادیا اور نارنگی کا ایک دانہ ہاتھ میں دیا۔ مجلس میں سے کسی نے آواز دی ''عبدالحمید جان حضرت آغا بابا کو دعا کرو۔'' آپ نے معصومانہ انداز میں دونوں ہاتھ اُٹھا کر حضرت صاحب کے لئے دُعا کی۔

حضرت صاحب خوش ہو کر صاحبزادہ عبدالحمید جان کے لئے برکت اور صلاحیت کی دعا فرمائی اور اپنی شفقت کا دست مبارک آپ کے چہرے اور سر مبارک پر پھیرا۔

این سعادت بروز باز ونیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت صاحب مدظلہ العالی کی تعلیم و تربیت آپ کے دادا کی نگرانی میں ہوئی۔ آپ بچپن سے نہایت پرہیزگار، ذکی، ذہین اور صاحب معرفت ہیں۔ آپ نے فارسی اور عربی کی تعلیم آپ کے دادا جان سے حاصل کی۔

مورخہ ۲۱ ذوالقعد ۱۳۸۰ھ آپ کی شادی خانہ آبادی، آپ کے والد کے چچا حضرت آغا عبدالستار جان سرھندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر سے ہوئی۔ حضرت صاحب کو چار فرزندان اور چار دختران ہیں۔ آپ کے بڑے فرزند مبارک کا نام نامی اسم گرامی علامہ آغا عبدالوحید جان صاحب ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۵ شعبان المعظم ۱۳۸۳ھ روز دوشنبہ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء درگارہ ٹنڈوسائیں داد میں ہوئی۔ (۲) صاحبزادہ آغا حاجی فضل احمد

جان ولادت ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۵ء میں ہوئی۔ (۳) صاحبزادہ حاجی نثار احمد جان آغا کی ولادت ۱۵ شوال ۱۳۸۷ھ مطابق ۲ جنوری ۱۹۶۷ء میں ہوئی۔ (۴) صاحبزادہ ڈاکٹر عبدالرحمن جان کی ولادت ۱۴ صفر المظفر ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹۷۷ء میں ہوئی۔ حضرت قبلہ آغا عبدالحمید جان سرہندی صاحب طبعاً رحم دل اور حد سے زیادہ سخی اور فیاض ہیں۔ آپ کا دستر خوان بہت ہی وسیع ہے، جہاں ہر مہمان اور مسافر کو اعلیٰ قسم کا کھانا ملتا ہے۔ آپ کو سخاوت کی یہ وصف ورثے میں ملی ہے۔

در اسلافش کرم رسم قدیم است
کریم ابن الکریم ابن الکریم است

درگاہ عالیہ مجددیہ دارالارشاد ٹنڈوسائیں داد شریف پر ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔ غربا، مساکین و سائلین کی ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں اور سب مرید مخلص آپ کے فیوضات و برکات سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔ الحمدللہ آپ نے ۱۹۷۸ء اور ۱۹۸۰ء میں دو مرتبہ حج کیا ہے اور تقریباً ۲۰ مرتبہ عمرہ پر گئے ہیں۔

میری دعا ہے کہ رب العالمین بطفیل رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے حضرت صاحب کو دائمہ اپنی اولاد، خدام مخلصین مریدین کے ساتھ، خوش و خورم، شاد و آباد، گل و گلزار رکھے، آپ کے فیوض و برکات کو ہم سب پر قائم اور دائم رکھے۔ (آمین ثم آمین)

حضرت علامہ عبدالوحید سرہندی

مرشد زادہ حضرت قبلہ علامہ عبدالوحید جان "عبد" سرہندی خلف رشید اعلیٰ حضرت فیض درجت قبلہ آغا عبدالحمید جان سرہندی مدظلہ العالی سجادہ

نشین خانقاہ عالیہ مجددیہ نقشبندیہ دار الارشاد ٹنڈو سائیں داد شریف۔

آپ کی ولادت باسعادت بتاریخ ۵ شعبان ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء بروز یک شنبہ درگاہ شریف ٹنڈو سائیں داد میں ہوئی۔ مجددی حضرات کے دستور کے مطابق آپ کی پرورش آپ کے دادا جان اور وقت کے قطب امام العارفین حضرت آغا غلام علی جان سرہندی نے فرمائی۔ حضرت صاحب اس صاحبزادہ کو اپنے ساتھ سلاتے اٹھاتے اور کھلاتے تھے اور آپ کو تہجد کے وقت اپنے ساتھ درگاہ شریف کی جامع مسجد شریف میں لے آتے اور ہر وقت آپ کو اپنے توجہ سے نوازتے رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ بچپن سے عابد وزاہد اور بجد پرہیزگار ہیں۔

آپ کی تعلیم: آپ نے قرآن کریم کی تعلیم درگاہ عالیہ کے دار العلوم میں حاصل فرمائی اور میٹرک کا امتحان جون ۱۹۷۹ء میں فرسٹ کلاس سائنس گروپ میں پاس کیا۔ آپ بچپن سے بے حد ذکی وذہین اور محنتی تھے۔ آپ کا توجہ وشوق ہر وقت تعلیم کی طرف تھا۔ مورخہ ۱۱ جون ۱۹۷۹ء میں آپ نے سندھ کی مشہور و معروف علمی درسگاہ مدرسہ رحمانیہ شہر مورو (ضلع نوشہرو فیروز) میں دینی تعلیم کی ابتدا مدرسہ کے صدر مدرس مفتی اعظم حضرت قبلہ علامہ مولانا عزیزاللہ صاحب کے ہاں کی۔ حضرت مفتی صاحب نے صاحبزادہ صاحب کو بڑی محنت اور خصوصی توجہ سے پڑھایا اور اول سے لیکر آخر تک درس سیالکوٹی کی کتابیں پڑھائیں۔ خداوند قدوس کے فضل وکرم سے آپ نے دینی تعلیم مکمل کی اور بتاریخ ۶ نومبر ۱۹۸۶ء میں درگاہ شریف ٹنڈو سائیں داد میں آپ کی دستار فضیلت ہوئی۔ اس تقریب میں ملک بھر کے علماء کرام، مشائخ عظام، ادیب، دانشور اور کثیر تعداد میں اس درگاہ کے مرید و مخلص شریک ہوئے۔ ٹنڈو سائیں داد کے تاریخ میں ایسی عظیم الشان علمی وادبی تقریب کبھی

نہیں ہوئی۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق اس عظیم علمی محفل میں ۱۲ سے ۱۵ ہزار لوگوں نے شرکت کی اور ہر ایک کو اعلیٰ قسم کا طعام و قیام ملا۔ حضرت صاحب زادہ صاحب نے ابجد کے حساب سے لفظ دستار فضیلت سے اپنی دستار فضیلت کا سن نکالا ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے علم و عرفان سے نوازا ہے اور آپ پر سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے بزرگوں کا ہر وقت سایہ شفقت ہے۔ آپ روحانی دنیا کے تاجدار تو ہیں، لیکن شرعی علوم میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل ہے۔ آپ ۱۹۸۶ء سے مسلسل اپنے مدرسہ مجددیہ میں دینی علوم (عربی، فارسی) کا درس دے رہے ہیں۔ ۱۴۱۸ھ میں آپ نے ایک عظیم الشان مدرسہ جامعہ مجددیہ کی نئی عمارت کی بنیاد رکھی۔ فی الحال یہ عمارت ۱۰ کمروں پر مشتمل ہے۔ یہ عمارت درگاہ شریف سے متصل مین روڈ حیدرآباد پر واقع ہے۔ پہلی منزل کا کام مکمل ہو چکا ہے اور دوسری منزل پر ایک وسیع ہاسٹل بنانے کا پروگرام ہے۔ الحمدللہ آپ نے ۶ مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی ہے اور ۴ مرتبہ عمرہ کی سعادت بھی حاصل کر چکے ہیں۔

تصنیفات و تالیفات: حضرت علامہ عبدالوحید جان نے اس چھوٹی سی عمر مبارک میں کئی دینی کتابیں تحریر فرمائی ہیں اور کئی اہم دینی کتابوں کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ آپ کی معلومات کے لئے مختصر فہرست پیش کی جاتی ہے۔

۱- بیان الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن (سندھی ترجمہ): آپ نے بڑی تحقیقات سے قرآن کریم کا یہ سندھی میں عام فہم تفسیری ترجمہ کیا ہے۔ آپ نے اس ترجمہ شریف کے لئے اہل سنت کے ۱۴ قدیم مستند تفاسیر کے حوالے دئے ہیں۔ اس ترجمہ کی مثال دور ماضی یا دور حاضرہ میں نہیں ملتی۔ یہ

آپ کا ایک بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔ یہ ترجمہ شریف شائع ہو چکا ہے اور اس ترجمہ شریف کی بیس ہزار کاپیاں فی سبیل اللہ تقسیم ہو چکی ہیں۔

۲۔ بان البرکات فی ترجمہ دلائل الخیرات (سندھی ترجمہ):

یہ درود شریف کی ایک قدیم اور مستند کتاب ہے جو مراکش کے ایک بہت بڑے عالم دین اور اپنے وقت کے کامل ولی حضرت سید محمد سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف کی ہے۔ پورے عالم اسلام میں مشرق سے مغرب تک یہ کتاب پڑھی جاتی ہے۔ اصل میں یہ کتاب عربی میں تھی۔ حضرت صاحب نے اس کتاب کا سلیس سندھی میں ترجمہ کر کے شائع کرایا ہے اور اس بابرکت ترجمہ کی پندرہ ہزار کاپیاں فی سبیل اللہ تقسیم ہو چکی ہیں۔

۳۔ قصیدہ بردہ شریف: یہ قصیدہ سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں مصر کے ایک کامل ولی حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا۔ یہ کتاب عربی ادب کی ایک منفرد کتاب ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے اس کا سندھی میں ترجمہ کیا ہے اور چھ ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی اور فی سبیل اللہ تقسیم ہوئی۔ یہ ترجمہ آپ نے مسجد نبوی شریف مدینہ منورہ میں تین دن میں مکمل کیا۔

۴۔ متبرک وظیفا (سندھی): صاحبزادہ صاحب نے اس کتاب کے اندر پورے اسلامی سال کی متبرک راتوں کے لئے ورد وظائف اور دعائیں وغیرہ لکھی ہیں۔ وظیفہ جلیلہ حزب البحر شریف، مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات اور کچھ سندھی میں نعتیں بھی شامل ہیں۔ یہ کتاب بھی آٹھ ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی اور فی سبیل اللہ تقسیم کی گئی۔

۵۔ متبرک نعتوں (سندھی/فارسی نعتوں کا مجموعہ): اس

کتاب میں صاحبزادہ صاحب نے سندھ بھر کے عمدہ شاعروں اور علماء کرام کی عُمدہ سندھی نعتوں کے ساتھ اپنے بزرگوں کی چند فارسی نعتیں بھی جمع کی ہیں۔ یہ کتاب سندھ میں نعت شریف کا ایک بہترین اور نایاب مجموعہ ہے۔ اس کتاب کی اشاعت حال ہی میں ہوئی ہے۔

۶- **بیان المخلصین:** صاحبزادہ صاحب نے اس کتاب میں اپنے آباء واجداد کے کچھ خاص مریدین و مخلصین کا ذکر خیر کیا ہے اور ان کی مختصر سوانح عمری بھی جمع کی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کا انتظام مکمل ہو گیا ہے۔ عن قریب منظر عام پر آئے گی۔

۷- **بیاض سرھندی:** اس کتاب میں صاحبزادہ صاحب نے اپنی لکھی ہوئی علمی تحریریں اور دینی فتاویٰ جمع کی ہیں۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں کچھ تاریخی معلومات اور عربی قصائد و اشعار بھی شامل کیے ہیں یہ کتاب ابھی طبع نہیں ہوئی ہے۔

آپ فقط گوشہ نشین عالم دین نہیں بلکہ دین و دنیا کو ایک ساتھ چلا رہے ہیں۔ عالم دین کی حیثیت سے درس تدریس بھی دیتے ہیں۔ فتویٰ نویسی بھی کرتے ہیں۔ زمیندار کی حیثیت سے اپنی زمینیں بھی سنبھالتے ہیں۔ آپ شعبۂ زراعت پر مکمل مہارت رکھتے ہیں۔ آپ فی سبیل اللہ طب یونانی کی دوائیں بھی دیتے ہیں۔ گویا کہ آپ طبیب جسمانی اور حکیم روحانی ہیں۔

آپ کی محفل بھی دلچسپ و عجیب اور پُر نصیحت ہے۔ کوئی مسئلہ ہو، آپ ہر مسئلہ کا جواب قرآن و سنت کی روشنی میں فقہ حنفی کے مطابق دیا کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ عقلی وسائنسی دلائل دیکر سائل کو مطمئن کرتے ہیں۔ آپ سندھی زبان کے بہترین نعت گو شاعر بھی ہیں۔ آپ کی نعتوں کا مجموعہ شایع

ہو چکا ہے اور اس وقت پوری سندھ میں آپ کی نعتیں پڑھی جاتی ہیں۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات بابرکات کو مجمع البحرین بنایا ہے۔ میری دُعا ہے کہ باری تعالیٰ آپ کو صحت و سلامتی اور عمر خضری عطا فرمائے اور آپ کے علم و عرفان میں مزید اضافہ فرمائے، آمین

حضرت مصنف قدس سرہٗ کے فرزند دوم حضرت مولانا مولوی غلام نبی جان سرہندی

آپ کی ولادت ملیر کراچی میں ۲۲ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ میں ہوئی۔ مدرسہ ایمانی تحصیل داد میں حضرت مولانا واستاذ قبلہ سید امیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے نصاب تعلیم کی تکمیل کی اور آپ فارغ التحصیل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اچھا علمی ملکہ عطا فرمایا تھا۔ کچھ سال ٹنڈو سائیں داد میں تدریس و تعلیم میں مشغول رہے۔ فراخ دلی فیاض طبع اور مہمان نوازی میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کا وصال حضرت صاحب کی حیات میں ۹ رمضان المبارک ۱۳۸۲ء کراچی میں ہوا۔ آپ کی مزار مبارک درگاہ مقبرہ شریف میں اپنے جد اعلیٰ کے قبرستان میں ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں: ۱۔ صاحبزادہ آغا ولی محمد جان جن کی ولادت یکم جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ ٹنڈو سائیں داد میں ہوئی۔ ۲۔ صاحبزادہ آغا دوست محمد جان، جن کی ولادت ۱۹۶۰ء میں ہوئی۔

حضرت مصنف قدس سرہ کے فرزند سویم حضرت آغا محمد سعید جان سرہندی صاحب

آپ کی ولادت عیدالفطر کے دن ۱۳۴۳ھ ٹنڈو سائیں داد میں ہوئی۔ حضرت مصنف قدس سرہ نے کتاب مونس المخلصین فارسی میں لکھا ہے کہ لفظ

عید کے اوپر سین بڑھانے سے صاحبزادہ کا نام محمد سعید رکھا گیا۔ حضرت صاحب اس صاحبزادہ کے ذہن کی تعریف فرماتے تھے۔ حضرت صاحب نے عربی گرامر کی مشہور و معروف کتاب "کافیہ" کا سلیس عربی میں شرح بھی اس صاحبزادہ کے لئے لکھا۔ آپ نے عربی تعلیم مدرسہ ایمنانی میں حاصل کی۔ آپ کے چھ صاحبزادہ ہیں۔ (۱) صاحبزادہ خالد سعید جان۔ (۲) صاحبزادہ مسعود احمد جان تاریخ ولادت: ۱۹۵۷-۱۱-۵ (۳) صاحبزادہ سجاد احمد جان۔ تاریخ ولادت: ۱۹۵۹-۱۰-۱۴ (۴) صاحبزادہ عبدالرشید جان۔ تاریخ ولادت: ۱۹۶۵-۱۰-۱۴ (۵) صاحبزادہ اشتاق احمد جان۔ تاریخ ولادت: ۱۹۶۸-۹-۱۹ (۶) صاحبزادہ سعد اللہ جان۔ تاریخ ولادت: ۱۹۷۰-۴-۲۰۔ سلمہم سبحانہ وتعالیٰ

مرحوم عبداللہ اثر نے حضرت صاحب کے وصال پر یہ قطعہ فارسی میں تحریر کیا:

فقیہ و محدث و حکیم ولی، چوں رفت از جہان سوئے دارالبقا
اثر سال رحلت بجست از فلک، غروب مہ علم آمد ندا
سن ۱۳۹۳ھ

بقلم
احقر العباد مولوی نور احمد سومرہ دیہاتی
خادم قدیم درگاہ مجددیہ ٹنڈو سائیں داد
ضلع حیدر آباد سندھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

امّا بعد! موجودہ زمانے میں یہ نظر آرہا ہے کہ ہر طرف اور ہر طرح کی آفات اور مصیبتیں عالمگیر ہوگئی ہیں۔ اچانک حادثات، مہلک بیماریاں، حیا سوز بداخلاقی، خلق کو گھیرے ہوئے ہیں۔ خاطر جمعی، اطمینان قلبی، خوشی اور خوش دلی تو صفحۂ عالم سے مٹ چکی ہے۔ کوئی بھی شخص حقیقی معنوں میں دلشاد اور دنیا کے غموں سے آزاد نظر نہیں آتا۔

یا غم دوست یا غم دشمن
ہیچکس در زمانہ بے غم نیست

جسمانی بیماریاں اور تکالیف کے لئے پھر بھی کوئی نہ کوئی حکیم اور انجکشن لگانے والے سینکڑوں ڈاکٹر موجود ہیں۔ لیکن روحانی تکلیف کے غمخوار اور دل کی دوا کرنے والے دلدار اس دنیا سے کوچ کرگئے۔

ع کس از قبیلۂ مجنوں درین دیار نہ ماند

یہاں البتہ ہمارے رہبروں نے اور ہمارے گذشتہ پیشواؤں نے جو علاج بتائے ہیں اور ہدایات و تدبیریں بتائی ہیں، ہم انہیں موجودہ ماحول کے مطابق کچھ ہدایتیں اور نصیحتیں عام فہم (اردو) زبان میں اس مختصر رسالے کے اندر لکھ رہے ہیں، تاکہ اس کے مطالعے سے کسی مسلمان کو فائدہ ہو اور کسی دوست کا دل خوش ہو۔ کسی کا دکھ دور ہو یا غموں میں تخفیف ہو۔ اس وجہ سے اس رسالے کا نام "رَاحَۃُ الْقُلُوْبِ" یا "غموں کا علاج" رکھا گیا ہے۔ وَھُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ

باب اول

غموں کا علاج اعتقادی اور اخلاقی عملوں سے

یہ فطری بات ہے، ناقابل انکار حقیقت ہے کہ غموں پر زیادہ سوچ بچار کرنے اور انتظار کرنے سے غم زور پکڑتا ہے۔ پھولتا اور موٹا ہوجاتا ہے۔ برخلاف اس کے، بے خیالی اور بے پرواہی کرنے سے غم سکڑتا اور گلتا جاتا ہے۔ اگر پہاڑ جتنا بڑا اور بھاری غم ہوگا اور آپ اس کی پرواہ نہ کریں گے، اسے آسان اور ہلکا پھلکا سمجھیں گے تو تھوڑے ہی عرصے میں سکڑ کر کافور ہوجائے گا اور اڑ جائے گا۔ لیکن اگر تنکے جتنے ہلکے پھلکے غم پر زیادہ فکر سوچ بچار کریں گے اور انتظار کرتے رہیں گے تو وہ تنکے جتنا غم پہاڑ جتنا بڑا، بھاری بھر کم ہوتا رہے گا اور تھوڑے ہی عرصے میں آپ کی قوت برداشت سے باہر ہوجائے گا۔ آپ کی طاقت تحمل و برداشت ماند پڑ جائے گی۔ جسمانی اور روحانی طاقتیں کمزور ہوجائیں گی۔ آپ کا علم اور عقل جواب دے دیگا۔ دل و دماغ آپ کے خراب ہوجائیں گے۔ نہ دین کے رہیں گے نہ دنیا کے، بلکہ دنیا میں ہی زندہ درگور رہیں گے کیونکہ

زندگی زندہ دلی کا ہے نام
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

اوپر بتائی ہوئی حقیقت اظہر من الشمس ہے۔ روزمرہ کے تجربے اور مشاہدے میں آتی رہتی ہے۔ حقیقت دلائل سے ثابت کرنے کی محتاج نہیں ہے۔ لیکن مثال دینے سے حقیقت زیادہ واضح اور زیادہ ذہن نشین ہوتی ہے۔ اس لئے یہاں کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

خوشتر آن باشد کہ سرِ دلبران
گفتہ آید در حدیثِ دیگران

حکایت ۱: سید غوث علی شاہ پانی پتی نے اپنے "تذکرہ" میں چشم دید واقعہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ دہلی میں غدر کے زمانے میں دو شخصوں کو گرفتار کیا گیا اور جیل بھیج دیا گیا۔ آخر میں انہیں پھانسی کی فتویٰ ملی۔ ان دنوں انگریزوں کا یہ قاعدہ تھا کہ وحشت انگیزی اور رعب داب ڈالنے کے لئے ملزمان کو عالم آشکارا سر بازار پھانسی پہ لٹکایا جاتا تھا۔ پولیس والے ان دونوں نوجوانوں کو جیل سے نکال کر پھانسی گھاٹ کی طرف لے جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص روتا چلاتا اور کانپتا ہوا جا رہا تھا اور دوسرا ناچتا کودتا اور ہنستا ہوا جا رہا تھا۔ پھانسی تو دونوں کو ہوئی لیکن ایک شخص نے اپنا وقت خیر و خوبی سے گذارا اور مصیبت کا استقبال خندہ پیشانی سے کیا اور دوسرے نے بے فائدہ غم اور دکھ میں اپنی زندگی پوری کی۔ نہ ان کی خوشی باقی رہی نہ ان کا غم۔ نہ ان کے رونے نے فائدہ دیا اور نہ ان کے ہنسی نے۔ تقدیر بہر صورت اپنا کام کرتی ہے۔ خواہ کوئی روئے یا کوئی ہنسے۔ تو خوامخواہ غم کر کے اپنے دکھوں کو دگنا نہ کرنا چاہئے۔

دنیا میں نہ خوشی باقی رہنے والی ہے نہ غمی، نہ ہمیشہ گرمی ہے نہ ہمیشہ سردی۔ سب عیش اور خوشیاں، سب دکھ اور مصیبتیں بے بقا اور درگذر ہیں۔ وَالْبَقَاءُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی

شادی نہیں رہتی ہے سدا غم نہیں رہتا
دنیا کا کبھی ایک سا عالم نہیں رہتا

حکایت ۲: خراسان میں ایک درویش "صوفی غمگین" کے نام سے مشہور تھا۔ اس بیچارے کو غم کا احساس اتنی شدت سے ہوتا تھا کہ کوئی بھی پرانی، شہر کی یا

اڑوس پڑوس کی دکھ کی بات سنتا تھا تو وہ ملول ہو کر گھر میں بیٹھ جاتا تھا۔ کھانا، پینا، بات چیت کرنا چھوڑ دیتا تھا۔ ایک دن دیر سے گھر آئے اور خاموشی سے رضائی اوڑھکر لیٹ گئے۔ بیوی بچاری کھانا لے آئیں تو وہ بھی نہیں کھایا۔ بیوی نے اصرار کیا کہ خیر تو ہے آج پھر کیا ہوا ہے۔ تب صوفی صاحب بولے کہ سنا ہے فلاں شخص کی گدھی نے بچہ دیا ہے اور اسے کھوتا پیدا ہوا ہے، لیکن اس کی دم نہیں۔ بھلا اگر بارش ہو، کیچڑ ہو جائے اور گدھا وہاں پھنس جائے تو اسے کیسے باہر نکالا جائے گا۔ (کیونکہ اس وقت گدھے کو دم سے پکڑ کر اٹھایا جاتا ہے) تب بیوی نے عرض کی کہ اس کا علاج بہت آسان ہے۔ گدھے کو کان تو ہیں، انہیں کانوں سے پکڑ کر فوراً باہر نکال لیں گے۔ صوفی صاحب نے کہا یہ ٹھیک ہے پھر اٹھا اور کھانا کھایا اور خوش ہو گیا۔

فارسی کے ایک شاعر نے غموں کے احساس نہ کرنے پر ایک بہت اچھا شعر کہا ہے۔ ملاحظہ ہو:

قوی شدی توچہ شد ناتوان شدیم چہ شد
چنین شدی توچہ شد ماچنان شدیم چہ شد
ہیچ وجہ درین گلستان قرارے نیست
تو گر بہار شدی ماخزان شدیم چہ شد

یہاں پر آپ یہ سوال کریں گے کہ قبلہ ہم کیا کریں۔ ہمارا بس نہیں۔ انسان کو تو غم والم کا احساس ضرور ہوتا ہی ہے۔ اس کا جواب بالکل ظاہر اور آسان ہے، احساس کے دو معنی ہیں۔ احساس لغوی معنی سے یعنی "سمجھنا اور" محسوس کرنا۔ وہ تو بیشک ہر ایک زندہ انسان کے لئے ضروری اور لازمی ہے مثلاً: گرمی سردی، روشنی اور اندھیرا، تلخی اور شیرینی، خوشبو یا بدبو کو محسوس کرنا فطری باتیں ہیں اور قدرتی امر ہے، یہ قسم احساس کا تو بیشک اضطراری اور

مجبوری ہے۔ لیکن ہماری مراد اس معنیٰ سے نہیں اور اس سے ہماری کوئی بحث نہیں ہے۔

دوسرا قسم احساس کا ہے اختیاری (اصطلاحی معنیٰ سے) یعنی زیادہ سوچنا اور زیادہ سوچ بچار کرنا۔ نہ کھانا نہ پینا، چپ چاپ ملول ہو کر خاموشی سے بیٹھ جانا، اپنے دوستوں سے نہ بولنا اور عورتوں کی طرح منہ چھپا کر بیٹھنا۔ کپڑے میلے ہوجانا، نہ نہانا، نہ صاف کپڑے پہننا۔ یہ سب کام اختیاری ہیں۔ مثلاً آپ دیکھیں کسی شخص کا عزیز قریب وفات پاتا ہے تو اس کو دکھ تو ضرور ہوگا۔ دل جلے گا اور بے اختیار رونا بھی آجائے گا۔ اس پر انسان کا بس نہیں ہے اور شریعت میں بھی گناہ نہیں ہے۔ لیکن صبر اور شکر کرنے پر اسے عظیم درجات عطا ہوتے ہیں۔ مگر جزع فزع کرنا، سر پیٹنا، کپڑے پھاڑنا، کالے کپڑے پہننا، گوشت اور دودھ نہ کھانا، آلاپ نکالنا، فضول بکواس کرنا، بلکہ کچھ لوگ تو کفر کے کلمے بھی بکتے ہیں۔ کہتے ہیں (نعوذ باللہ) خدا تعالیٰ نے ہم پر ظلم کیا ہے، ہم پر بڑا قہر نازل کیا ہے، ہمارا ایک ہی بیٹا تھا وہ بھی چھین لیا، مار ڈالا۔ گویا وہ اپنے پروردگار سے جنگ کرنے اور لڑنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔ ایسی باتیں اور کام کرنے سے غم اور الم زیادہ ہوگا۔ مصیبت اور زحمت زور پکڑے گی۔ دکھ اور درد ہر دم تازہ ہوتا رہے گا۔ مصیبت کے اوپر مصیبت یہ کہ جو دوست آشنا عزیز واقربا، ہمدردی اور عزا پرسی کے لئے آئیں گے، وہ تو جلتی پر تیل کا کام کریں گے اور صف ماتم بچھادیں گے۔ حالانکہ فاتحہ خوانی اور عزا پرسی کا راز و مطلب یہ ہے کہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کا دل خوش کرنا چاہیے۔ انہیں تسلی اور تشفی دینی چاہیے۔ غم زدوں کا غم کم کرنا چاہیے، ان کے دل کو ٹھنڈا اور دکھ کو ٹالنا، میت کے لئے دعائے مغفرت و رحمت کرنا، لواحقین کو صبر اور شکر کی تلقین کرنا چاہیے کہ بھائیو! خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہیں، دل خوش رکھیں، صبر اور

شکر کریں۔ آخرت میں اس کے بڑے درجات ہیں۔ خدا تعالیٰ دنیا میں بھی آپ کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے گا وغیرہ وغیرہ۔ ایسا نہ ہو کہ عزاپرسی کے وقت ان کے زخموں پر نمک چھڑکیں اور ان کے غموں کو تازہ کریں۔ یہاں صبر جمیل کی ایک قابل تقلید مثال زمانہ حال کی آپ کو بتارہا ہوں۔

صاحبزادہ عبدالحق جان (جو ہمارے دادا جان مرحوم قبلہ خواجہ عبدالرحمن جان کے والد کی طرف سے بھائی تھے) خوبصورت نیک سیرت نوجوان تھا۔ ان کی شادی خانہ آبادی کا دن مقرر کرلیا گیا۔ ان کے والد ماجد تو پہلے سے وفات پا چکے تھے۔ اپنی والدہ کے اکلوتے نور نظر، لخت جگر تھے۔ آج رات ان کی شادی ہونی تھی۔ دستور کے مطابق شادی کا مکمل انتظام ہوچکا تھا۔ گویا جہیز میں فقط کفن دینا باقی تھا جو کمی اب پوری کرلی گئی۔ جیسے میر ذوق نے اپنی بیٹی کے مرثیہ میں کہا ہے:

اب آیا یاد اے آرام جاں اس ناتوانی میں
کفن دینا تجھے بھولے تھے ہم اسباب شادی میں

براتی کچھ آچکے تھے کچھ آنے والے تھے۔ اس دن آپ قندھار میں دریا پر نہانے اور کپڑے تبدیل کرنے کے لئے گئے لیکن تقدیر الٰہی کہ اس دریا میں ڈوب گئے۔ دوپہر کو ان کی لاش گھر پر لائی گئی۔ تکفین اور تدفین کے کام میں لوگ مشغول ہوگئے۔ ان کی والدہ ماجدہ وضو کر کے مصلیٰ بچھا کر نماز میں مشغول ہوگئیں۔ کھانا پینا پکنا پکانا لوگ بھول گئے۔ سب کے سب زاروقطار بے اختیار رورہے تھے۔ شام کو حویلی کے اندر مہمانوں کے لئے دسترخوان بچھایا گیا اور مہمانوں کو کھانے کے لئے بلایا گیا۔ بھلا کون تھا جو ایسے دلگداز قیامت خیز واقعہ پر کھانے کی خواہش کرتا اور نوالہ لیتا۔ بی بی صاحبہ سمجھ گئیں کہ شاید میری وجہ سے یہ سب بال بچے اور عورتیں کھانا نہیں کھارہی ہیں۔ ان

کو بھی کسی نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ سو خود بنفس نفیس دستر خوان پر آبیٹھیں، خادمہ کو ہاتھ دھلانے اور لوٹا اور چلمچی لانے کے لئے حکم فرمایا اور بیبیوں سے فرمایا سب آؤ بسم اللہ کر کے کھانا کھاؤ۔ رزق رازق کا ہے تم کیوں نہیں کھاتیں۔ فرمایا میں رب تعالیٰ کی رضا پر راضی ہوں، بس رب راضی رہے۔ آئیں میں بھی آپ کے ساتھ کھانا کھاتی ہوں۔ اور بسم اللہ کر کے نوالہ کھالیا۔

فائدہ: شرعی اعمال میں اعتدال ملحوظ رکھنا چاہیے۔

شرعی احکام اور اسلامی نیک اعمال کا دارومدار اعتدال پر ہے۔ جسے شریعت میں "صراط مستقیم" کہا جاتا ہے۔ جو سیدھا اور آسان راستہ ہے۔ دین و دنیا کی بہتری اور راحتوں کا۔ دوسرے دونوں اطراف افراط و تفریط، جو فطرت کے خلاف اور شریعت میں مذموم اور ممنوع ہیں۔ مثلاً سخاوت اور کنجوسی، شجاعت اور بزدلی، تواضع اور تکبر، سختی اور نرمی، شادی اور غمی، سونا اور جاگنا، کھانا اور پینا، رونا اور ہنسنا، بولنا اور خاموش رہنا، مطلب یہ کہ جس طرف آپ نظر دوڑائیں گے اعتدال کا جلوہ جمال آپ کو نظر آئے گا اور ہر حال میں اور ہر جگہ یہ قانون اور قاعدہ آپ کو خیال میں رکھنا چاہیے۔ انہی قواعد اور قوانین کے موافق بے اختیار غم کا ہونا اور حدود شرعی کے اندر غم کا اظہار کرنا تو محمود ہے، تقاضائے بشری ہے، انسانی فطرت ہے، باعث شفقت و رحمت بلکہ قلب کی رقت کا ہونا تو کئی نیک خلقوں کی بنیاد ہے۔ اس (حد) سے زیادہ قدم اُٹھانا اور نمائشی ماتم کرنا نہ فقط بے سود اور عبث ہے بلکہ باعثِ وبال جان اور نقصان دین و ایمان ہے۔ اگر غم کا احساس نہ کرنا اور خوش و خورم رہنے کی عادت ناممکن اور محال ہوتی تو خدا تعالیٰ جابجا قرآن پاک میں اس کا امر نہ فرماتے اور نہ ہی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق ارشاد فرماتے۔

کیونکہ خدا تعالیٰ ناممکن اور مشکل کاموں کا امر نہیں فرماتے اور اپنے بندوں کو مافوق الفطرت باتوں کے لئے مجبور نہیں فرماتے۔

"لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا"

ایک جگہ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہیں: "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا" (یعنی تو ہمارا غم اور دکھ نہ کر اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ اور مددگار ہے۔)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور خاطر جمعی کے لئے فرماتے ہیں: "وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْھِمْ وَلَا تَکُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ○" یعنی آپ ان کے مکر و فریب اور منصوبہ سازی کا غم نہ کریں اور دل تنگ نہ ہوں۔ بیشک اللہ تعالیٰ متقیوں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی تعریف فرماتے ہیں:

"اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔"

یعنی تحقیق اولیاء اللہ کو نہ خوف خطرہ ہے اور نہ ہی وہ غمزدہ ہوتے ہیں۔

اتنی ساری ہدایات، اشاروں اور بشارتوں کے باوجود آپ اپنے آپ کو غموں میں کیوں جلارہے ہیں۔ رب العزت کی رضا پر ہر حال میں راضی رہیں۔ خوش باش گذاریں، اولیائوں کی جماعت میں داخل ہوجائیں اور خاص بندوں میں شمار ہوجائیں۔ آج کل کے دور میں یہ عذر لنگ عام ہوگیا ہے، خوب خصلت اور نیک عادت پر عمل کرنے کے لئے اکثر یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ "کیا کریں ہمارا بس نہیں چلتا۔" لیکن لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے اور یہ عذر نامعقول

ہے۔ انسان اپنی کوشش اور ہمت سے سب کچھ کر سکتا ہے۔

وہ کونسا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا
کوشش کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

فی الحقیقت اعتدال پہ چلنا آسان راستہ ہے اور اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہے۔ افراط تفریط میں جانا مشکل، ناقابلِ عمل اور خوفناک راستہ ہے۔ اگر خوامخواہ ان پر چلے گا تو آگے چل کر یا تو کانٹوں میں پھنس جائے گا یا کھڈے میں جا گرے گا اور ضرور اس کے خراب نتائج دیکھے گا۔

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جوز جو

یعنی عمل کے نتیجہ (سزا اور جزا) سے غافل نہ ہو (آخر تو) گندم کے بیج میں سے گندم اور جو میں سے جو پیدا ہوں گے۔

غموں کا علاج، حسن ظن سے

حدیث قدسی میں آیا ہے کہ:

"اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ"

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں۔ یعنی اگر مجھ میں اچھا گمان اور نیک اعتقاد رکھے گا تو میں بھی ان پر قرب واحسان کروں گا اور اگر مجھ میں بداعتقادی اور بدگمانی رکھے گا تو میں بھی اس کو ایسی ہی جزادوں گا اور اس کو گمان کا نتیجہ دوں گا۔ بدظنی اور بدگمانی تو اپنے جیسے انسان سے بھی رکھنی اچھی نہیں۔ اُس سے خراب نتائج نکلتے ہیں۔ چہ جائیکہ اپنے مولیٰ مہربان اللہ تباک وتعالیٰ سے بدگمانی رکھنا۔ حسن ظن کے معنیٰ کیا ہیں؟ یعنی بندہ اس پر ایمان لے آئے اور یقین رکھے کہ میرے متعلق جو کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے یا جو تکالیف مجھ پر آتی ہیں وہ سب کی سب میرے فائدہ کے لئے ہیں اور میری اچھائی کے لئے ہیں۔ اگرچہ اس کا راز ہم نہیں سمجھ سکتے۔ ان کے فوائد اور ان کی حکمتوں کی ہمیں خبر نہیں۔ ظاہر میں وہ تکالیف نظر آتی ہیں اور غموں کی شکل میں نمودار ہوتی ہیں۔ لیکن ان (تکالیف) میں بے شمار فوائد اور خوشگوار نتائج پوشیدہ ہیں۔ بڑا فائدہ تو ان کی دینی اصلاح اور حیات ابدی کے واسطے ہے۔

حقیقت کیا ہے؟ یہ انسان کی عادت ہے کہ اگر ہمیشہ شاد وآباد رہے، موٹا تازہ رہے، زندگی عیش و عشرت میں گذارے تو وہ اپنے خالق مولیٰ تبارک وتعالیٰ کو بھول جاتا ہے۔ غرور، مستی اور خود پرستی میں سرشار ہوجاتا

ہے۔ ہزارہا بد عادتیں، بد اخلاقیاں، بڑائی، خود نمائی، مردم آزاری، بے رحمی وغیرہ وغیرہ اس میں پیدا ہوتی ہیں۔ بالکل باغی اور طاغی بن جاتا ہے۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (القرآن)

ترجمہ: "ہاں ہاں بیشک آدمی سرکشی کرتا ہے۔ اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا" (القرآن)

تب رحمت الٰہی اس کی گردن میں رسی ڈال کر اس کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور موجوں میں غرق ہونے سے بچاتی ہے۔ بیماریوں، دکھ، تکالیف، مفلسی اور تنگدستی میں گرفتار کر کے اسے اپنی طرف موڑتی ہے۔ پھر جا کر نادان بندے کی آنکھ کھلتی ہے۔ اپنی حیثیت، اپنی عاجزی اور ناتوانی معلوم ہوتی ہے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ اور اس کو پکارتا ہے اور دعائیں مانگتا ہے۔ پیروں، فقیروں کے پاس جاتا ہے، خیر خیرات کرتا ہے، توبہ تائب ہوتا ہے، گناہوں کی معافی طلب کرتا ہے، آئندہ سیدھی راہ پر چلنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایک جگہ ایسے انسان کا احوال یوں بیان فرمایا ہے:

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ (القرآن)

یعنی جب انسان کو کوئی تکلیف یا مصیبت گھیر لیتی ہے تب وہ ہم سے دعا مانگتا ہے اور ہر حال میں سوتے میں جاگتے میں، بیٹھتے میں ہم کو پکارتا ہے۔ پھر جب اس کی مصیبتیں ہم دفع کرتے ہیں تو پھر ایسا مغرور اور بے پروا ہو جاتا ہے گویا اس نے ہم سے کوئی دعا کی ہے نہ کوئی التجا کی ہے۔ (سورۃ یونس رکوع ۲ پارہ ۱۱)

مطلب یہ کہ دنیا کی مصیبتیں، تکالیف اسی کے فائدہ کے لئے، اس کی

اصلاح کے لئے اور اس کی جان بچانے کے لئے تدابیر ہیں۔ مگر وہ بدگمانی کرتا ہے، بدظن ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ معلوم نہیں خدا تعالیٰ کا ہم پر یہ کیسا غضب اور غصہ ہے جو ایسے سخت عذاب میں ہمیں گرفتار کیا ہے۔ سوز میں سلگایا اور دکھوں میں جلایا ہے۔

دوستو! یہ ہے بدگمانی، یہی بڑی بدظنی جو بندہ اپنے مولیٰ تبارک وتعالیٰ سے کررہا ہے۔ دیکھیں ڈاکٹر یا حکیم حاذق بیمار کو کڑوی دوائیں پلاتا ہے۔ اچھی اور مرغن غذا سے روکتا ہے، سخت سوئیاں لگاتا ہے، اُن کے عضوے کاٹتا ہے۔ مادر مہربان اپنے پیارے بیٹے کے ہاتھ پاؤں پکڑ کر کڑوی دوائیں پلاتی ہے۔ پھر جونک جیسی خطرناک بلاؤں سے اس کا خون چوساتی ہے، استرہ سے چھیدیکر سنگی لگواتی ہے اور خون چوساتی ہے۔ اس وقت اس ناسمجھ بچے کی چیخ و پکار آسمان تک جا پہنچتی ہے۔ سارا گھر بیقرار ہوجاتا ہے لیکن مادر مشفق کہتی ہے ایک اور جونک لگاؤ۔ تھوڑا سا اور خون نکالو۔

طفل می لرزد ز نیش احتجام
مادر مشفق ازاں بس شاد کام

یہ فوائد تو عوام الناس کے لئے ہیں، لیکن جو خاص خدا تعالیٰ کے بندے ہیں، جن کے نفوس مطمئن اور قلوب زکیہ ہیں، ان کے لئے آخرت میں بڑے فوائد اور درجات رکھے گئے ہیں۔ کیونکہ بہشت میں بعض عظیم الشان درجات اولیاؤں کے لئے اعلیٰ مرتبات اور خاص الخاص مقامات ایسے ہیں جو مخصوص صابرین اور شاکرین کے لئے ہیں۔ یہ شاندار مراتب اور اعلیٰ درجات دوسری عبادتوں اور ریاضتوں سے حاصل نہیں ہوسکتے، جب تک انسان غموں اور دکھوں کے کولہوں میں نہ پسا جائے اور سخت امتحانوں میں پاس نہ ہوجائے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آخرت میں اہل بلا اور مصیبت زدہ لوگوں

کے بڑے درجات دیکھ کر اہل بہشت کہیں گے اور تمنا کریں گے کہ کاش! دنیا میں ہمیں بھی ایسی تکالیف آئی ہوتیں۔ ہمارا گوشت قینچی سے کٹوایا گیا ہوتا، تو ہمیں بھی یہاں ابدی راحتیں اور پائدار نعمتیں حاصل ہوتیں۔

درحقیقت اگر انسان کی شان اور درجہ جو ملائکہ سے زیادہ ہے۔ وہ بھی ان مصیبتوں اور تکلیفوں کے سہنے کی وجہ سے ہے۔ ورنہ عبادت اور اطاعت کے لحاظ سے ملائکہ انسان سے زیادہ ہیں۔

رنج و زحمت کے لئے پیدا کیا انساں کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

یہ تو حسن ظن پیدا کرنے کے لئے آپ کو معنوی فوائد بتائے گئے۔ اب آپ کو ظاہری آنکھوں سے دیکھی ہوئی مثالیں، خود آپ کے آزمائے ہوئے حوادث کے حوالے سے سنا رہے ہیں۔ آپ اپنی ڈائری دیکھیں، زندگی کا گذشتہ زمانہ یاد کریں۔ کئی بار آپ کو ناگہانی واقعات پیش آئے ہوں گے۔ سخت سے سخت مصیبت اور خطرناک آفات نے آپ پر حملہ کیا ہوگا۔ مگر آپ گرنے، مرنے، ڈوبنے اور جلنے سے بال بال بچ گئے ہوں گے۔ غیبی قدرت اور امداد نے آپ کی دستگیری کی ہوگی اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو بچایا ہوگا۔ مصیبتیں ٹل گئی ہوں گی اور آپ صحیح سلامت نکل آئے ہوں گے۔

اب بھی وہ ہی خدا تعالیٰ ہے، وہی مالک مہربان ہے، اتنا عرصہ ماضی کا، ساری عمر، مثلاً ساٹھ ستر برس ہمیں خیر و خوبی سے عزت و آبرو سے چلایا ہے اور اب مستقبل میں بھی ہم سے برائی نہیں کرے گا اور آخر عمر میں خراب و خوار نہیں کرے گا۔ ہمارے ساتھ ایسی ہی مہربانی اور بھلائی کرتا رہے گا جیسی ماضی میں کی ہیں اور جیسے ہمیں ناز اور نعمت سے پالتا رہا ہے اور راحتوں کا عادی

کیا ہے، آئندہ بھی اسی طرح چلاتا رہے گا۔ ایک عربی شاعر نے اس مضمون کو بہت ہی خوبصورت پیرائے میں کہا ہے۔ آپ بھی اس حکیمانہ مقولہ کا ورد کر کے اپنا دل خوش کریں:

رَضِیْتُ بِمَا قَدَّرَ اللّٰہُ لِیْ
وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلٰی خَالِقِیْ
لَقَدْ اَحْسَنَ اللّٰہُ فِیْمَا مَضٰی
کَذَا یُحْسِنُ اللّٰہُ فِیْمَا بَقِیْ

یعنی میں اپنی قسمت پر راضی ہوں اور اپنا کام اپنے خالق کو سپرد کرتا ہوں۔ جس نے مجھ پر ماضی میں احسانات کئے ہیں۔ تحقیق وہی مستقبل میں مجھ پر ایسے ہی احسان اور بھلائی کرتا رہے گا۔

یہ ہے معنی حسن ظن کی۔

غموں کا علاج صبر اور توکل سے

یہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پیاری ہیں۔ صابرین اور متوکلین کو اللہ تعالیٰ بہت ہی محبوب رکھتا ہے اور قرآن پاک میں جا بجا ان کی شان میں تعریف آئی ہے۔ فی الحقیقت دین اور دنیا دونوں میں سرخروئی اور کامیابی ان دونوں صفات پر موقوف ہے۔

دراصل عربی لغت میں صبر کی معنیٰ ہیں، انسان کا اپنے حال پر برقرار رہنا اور احوال میں تغیر و تبدل نہ کرنا، خواہ حق سے ہو یا ناحق ہو۔ جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں کفار کا قول منقول ہے:

وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ (سورۃ ص رکوع ۱ پارہ ۲۳) یعنی اپنے بتوں کو پکڑلو اور مسلمانوں کے کہنے پر انہیں مت چھوڑو۔

شریعت میں کہتے ہیں حق پر قائم ہونا اور اپنے صحیح اصول کو نہ چھوڑنا۔ اس راہ میں جو بھی تکالیف آئیں ان کو جواں مردی سے تحمل کرنا مختلف اوقات اور مختلف حالات میں صبر کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں۔

(۱) مثلاً مصیبت کے وقت کسی کا عزیز فوت ہوجائے تو قضا پر راضی رہنا، جزع فزع نہ کرنے کو صبر کہتے ہیں۔ جیساکہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں: وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ

(۲) تکالیف کے مقابلے میں ہر قسم کی تکالیف اور سختیوں کو مردانگی کے ساتھ برداشت کرنا۔ اپنی جدوجہد کو قائم رکھنا اور پیچھے پاؤں نہ ہٹانے کو صبر کہتے ہیں۔ جیساکہ اس آیت مبارکہ میں اس کا بیان آیا ہے: وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ (سورۃ بقرہ رکوع ۲۲ پارہ ۲)

اسی معنی کے مصداق آپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولو العزمی اور میدان کربلا کے واقعات سے بخوبی معلوم کرسکتے ہیں۔

(۳) حصول مقصود کے لئے جانی و مالی قربانی کرنا اور بخوشی تکلیف اور مشقت کو برداشت کرنا جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قربانی کے وقت اپنے والد سے کہا: سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ○ (سورۃ والصّٰفّٰت رکوع ۳ پارہ ۲۳)

(۴) ہر کام سکون اور آرام کے ساتھ کرنے اور قبل از وقت جلد بازی نہ کرنے کو بھی صبر کہتے ہیں۔ جیساکہ چڑھتے اترتے عرب حضرات حاجیوں سے کہتے ہیں: اِصْبِرْ یَا شَیْخ اِصْبِرْ اور اس معنی میں قرآن پاک میں آیا ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ (سورۃ حجرات رکوع ۱ پارہ ۲۶)

بنو تمیم قبیلہ کے چند لوگوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر آکر جلد بازی سے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حرم سرا سے باہر آنے کے لئے آواز دی تب انھیں حکم ہوا کہ خبردار! آئندہ ایسا نہ کریں۔ صبر کر کے خاموشی سے بیٹھیں، جب حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر تشریف لے آئیں، پھر آرام سے اپنا عرض معروض پیش کریں۔

(۵) کسی سے کوئی چوک یا بھول ہو جائے، دوست آشناؤں سے، یا نوکر چاکر سے، اس پر چشم پوشی کرنا، صبر اور تحمل سے برداشت کرنے کو بھی صبر کہتے ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں اس معنیٰ کی طرف اشارہ ہے: وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (سورۃ شوریٰ رکوع ۴ پارہ ۲۵)

مطلب یہ کہ صبر کے وسیع معانی ہیں اور وسیع معانی کے سبب وسیع اخلاق وعادات، صفات اور نیکیوں کا حامل ہے۔ خصوصاً اس آخری معنیٰ پر عمل کرنے سے آپ کی روزمرہ گھریلو زندگی خوشگوار گذرے گی۔ بے فائدہ جوش و خروش غم و غصہ سے آزاد رہیں گے اور عام فہم لفظ خوش خلقی اور نرمی سے ہم اس کتاب میں اس کی تعبیر کرتے ہیں۔

غموں کا علاج خوش خلقی سے

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف است
بادوستان تلطف با دشمنان مدارا (حافظ شیرازی)

یعنی دونوں جہانوں کی آسائش کا بہترین نسخہ یہ ہے کہ دوستوں پر احسان کرو اور دشمنوں کو درگذر کرو۔

خوش خلقی ایسی خوبصورت صفت ہے جس سے آپ بھی خوش رہ سکتے

ہیں اور مخلوق کو بھی خوش رکھ سکتے ہیں۔ خوش خلقی سے آپ غموں اور دکھوں کا ایک بڑا حصہ ٹال سکتے ہیں۔ خوش خلقی سے آپ اپنے دشمنوں کو بھی بہترین دوست بنا سکتے ہیں اور بد خلقی سے آپ کے بہترین دوست بھی بدترین دشمن بن جائیں گے۔ آپ کو غموں اور دکھوں کا طوفان لپیٹ لے گا۔ آپ کی صحت خراب اور آرام حرام ہوجائے گا۔ غیر تو غیر، لیکن اپنے بھی دشمن ہوجائیں گے۔

بندہ حلقہ بگوش ارنہ نوازی برود
لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

خوش خلقی سے آپ لوگوں کے دلوں میں جگہ بنائیں گے، ورنہ لوگ آپ کے منہ کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں۔ خوش خلقی سے آپ کو سب چاہیں گے اور بد خلقی سے آپ کو کوئی بھی پسند نہیں کرے گا۔ آپ کی جتنی بھی صفتیں ہیں، (مثلاً) آپ کا حسن و جمال، آپ کا فضل و کمال، آپ کی علم و عقل، آپ کا مال و دولت، آپ کی ولایت و کرامت، ان سب کا دارومدار آپ کی خوش خلقی پر ہے۔ بد خلقی سے آپ اپنی ساری صفتیں بیکار اور اپنے سب ہنر اور لیاقتیں خاک میں ملادیں گے۔

پس بدانکہ صورت خوب و نکو
باخصال بد نیرزد یک تسو

یعنی اگر خوبصورت چہرے والے کی عادتیں بد ہیں تو وہ ایک ٹکے کا بھی نہیں رہتا۔

اگر آپ ملازم پیشہ ہیں یا کسی رئیس اور امیر کے یہاں ملازم ہیں تو حسن اخلاق آپ کو جلد ہی بام عروج پر پہنچائے گا۔ خستہ حالی، خوش حالی میں بدل جائے گی۔ مفلسی اور تنگ دستی کی زنجیروں کے بجائے دولت اور آسودہ حالی آپ

کی قدم چومے گی۔

اگر آپ ڈاکٹر یا حکیم ہیں یا پیر صاحب، سجادہ نشین ہیں اور آپ ہمدرد اور خوش خلق ہیں، تو لوگوں کے انبار آپ کے ارد گرد ہوں گے اور ہر ایک آپ کی تعریف کے قصیدے پڑھے گا اور تعریف کرے گا:

اخلاق سب سے کرنا تسخیر ہے تو یہ ہے

خاک آپ کو سمجھنا اکسیر ہے تو یہ ہے

دنیا میں روٹی کا بھوکا کوئی نہیں۔ عزت کا بھوکا ہر ایک ہے۔ آپ کی عزت اور دولت، آپ کی عزت اور سلطنت آپ ہی کے لئے ہے اس میں دوسروں کا کیا۔ آپ کی خوش خلقی اور شفقت جہاں کے واسطے ہے۔ دولت دینے سے آپ سب کو راضی نہیں کرسکتے لیکن خوش خلقی سے آپ سب کو راضی کرسکتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: لَنْ تَسَعُوا النَّاسَ بِاَمْوَالِكُمْ فَسَعُوْهُمْ بِاَخْلَاقِكُمْ یعنی آپ خلق کو مال اور دولت نہیں دے سکتے لیکن خوش خلقی سے آپ سب کو راضی کرسکتے ہیں۔ سب کو گرویدہ اور زر خرید غلام بناسکتے ہیں۔ کیونکہ اَلْاِنْسَانُ عَبِيْدُ الْاِحْسَانِ۔

بندہ حلقہ بگوش ارنہ نوازی برود

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

بعض لوگ ایسے زود رنج نازک مزاج ہوتے ہیں جو خواہ مخواہ چھوٹی موٹی باتوں پر سارا دن گھر میں کھٹ پٹ لگائے رہتے ہیں۔ اپنی رفیقہ حیات سے، بال بچوں سے، نوکر چاکروں سے خسیس اور معمولی باتوں پر رات دن غصہ اور جھگڑا لگائے رہتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ آج گوشت کیوں پکایا ہے سبزی کیوں نہیں پکائی، یہ چیز یہاں کیوں رکھی ہے وہاں کیوں نہ رکھی؟ ارے تمہارے ہاتھ ٹوٹیں یہ برتن کیوں توڑا۔ یہاں پانی کس نے پھینکا؟ اندھی ہو

گیا؟ خود بھی غم اور غصے میں رہتا ہے تو گھر کے افراد کی زندگی بھی تلخ اور کھانا پینا زہر بنا دیتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری اور خدمت میں رہا۔ مجھے کبھی بھی یہ نہ فرمایا کہ یہ کام تم نے اس طرح یا اس طرح کیوں کیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نقل ہے کہ ایک دن آپ کا غلام مجلس میں مہمانوں کو کھانا کھلا کر باتیں حضور رہے تھے کہ اچانک چلمچی ان کے ہاتھ سے پھسل کر گر گئی۔ سب کے برتن اور کپڑے خراب ہو گئے۔ امام صاحب نے غصہ سے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ

(سورۃ آل عمران رکوع ۱۴ پارہ ۴)

ترجمہ: "اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے"۔

امام صاحب نے غصہ کھا کر فرمایا اچھا میں نے غصہ ختم کیا اور تجھے معاف کیا۔ اس پر اس نے پوری آیت مبارک پڑھ کر سنائی۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ترجمہ: "اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں"۔

امام صاحب نے فرمایا: جا تو ہمیشہ کے لئے آزاد ہے۔ یہ تم پر احسان بھی کرتا ہوں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپ میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ بہترین ہو خصوصاً اپنی رفیقہ حیات سے۔ حسن معاشرت رکھنے کے لئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہترین مثال دی ہے:

"عورت انسانی پسلی کی مثال ہے، اگر آپ چاہیں کہ اپنی پسلی کو سیدھا کریں تو وہ ٹوٹ جائے گی اور آپ کو ہلاک کرے گی اور اگر اس ٹیڑھی سے کام چلائیں گے تو وقت خیر و خوبی سے گذر تا رہے گا۔

آپ حسن معاشرات کے آداب سیکھیں۔ محمدی اخلاق یاد کریں اور دیکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت مطہرین سے کس طرح حسن معاشرت کی ہے۔ کس قدر ان کی مرضی اور عزت رکھی ہے۔ دوسرے اماموں اور اصحاب کرام نے کیا کیا ہے۔ ہم اگر اُن کی حکایات لکھیں گے تو کتاب لمبی ہوجائے گی۔ آپ ان کے نقش قدم پر چلیں۔ خواہ مخواہ جوش و خروش اور زیادہ غم و غصہ نہ کریں۔ کچھ اپنے نفس اور طبیعت پر بھی قابو پائیں، خواہ مخواہ دوسروں کو دوش نہ دیں۔

تا کے ملامت مژدہ اشکبار من
یکبار ہم نصیحت چشم سیاہ خویش

یعنی میری برسنے والی پلکوں (آنکھوں) پر کب تک ملامت کرتا رہے گا۔ ایک بار اپنی کالی کاجل والی آنکھوں سے بھی کہو جو میرے برسنے کا سبب بنی ہوئی ہیں۔

ممکن ہے کہ آپ کے گھر والے یا دوسرے دوست آشنا نوکر چاکر آپ کا کام نیک نیتی سے کرتے ہوں جو آپ کو پسند نہ آتا ہو۔ آپ کی منشا اور مرضی کے خلاف ہو۔ کیونکہ انسانی فطرت میں اختلاف نظر کا اور اختلاف راء کا ہونا ضروری ہے۔ دنیا میں سب لوگ ایک راء اور ایک خیال کے کبھی بھی نہیں ہوتے۔ آپ ان کی راء اور خیال کو بھی قابل قدر سمجھیں اور ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ آپ ہی کی راء اور خیال درست ہو۔ (آپ نے لوح محفوظ تو نہیں دیکھا) میں ممکن ہے کہ فی الواقع آپ کا خیال اور راء غلط

اور ان کا صحیح ہو۔ آپ کے لئے فی الحقیقت نافع ہو۔ چلو یہ بھی قبول کرتے ہیں کہ آپ کا خیال درست ہے اور ان کا فی الواقع غلط ہے۔ پھر بھی وہ غلطی جو نیک نیتی پر مبنی ہو قابل عتاب و خطاب و تشدد کے نہیں ہے۔ بلکہ بجاء ثواب ہی ہے اور قابل ثواب ہے۔ آخر وہ بھی انسان ہیں اور انسانوں کے ساتھ خطا اور بھول چوک لازم ملزوم ہے۔ کونسا انسان ہے جو خطا سے خالی ہے۔

داناؤں کا کہنا ہے کہ دانا وہ نہیں جو غلطی ہی نہ کرے، بلکہ وہ ہے جو غلطی پر قائم نہ رہے۔ اجتہادی غلطیاں تو اماموں سے بھی سرزد ہوسکتی ہیں۔ اَلْمُجْتَهِدُ يَخْطِئُ وَيُصِيْبُ قاعدہ کلیہ ہے۔ مگر یہ خطا لائق مدح و ثنا ہے نہ قابل سختی، سزا و ملامت۔

خوش خلقی اگر آپ کی طبعی عادت نہیں ہے تو زبردستی، تکلیف سے اپنی طبیعت کو مجبور کر کے بھی پیدا کریں۔ اپنے غم، اپنی دل میں چھپا کے رکھیں۔ آپ کا دل آپ کے رازوں کی ایسی الماری ہے جس کی چابی اور کسی کے پاس نہیں۔ ظاہر میں عام آدمی سے خوشی سے اور خندہ پیشانی سے ملیں۔ کشادہ پیشانی اور شیریں زبانی کی عادت اپنائیں۔ خواہ آپ کے دل میں کتنے ہی غم کیوں نہ ہوں وہ سب کے سب اپنے دل میں چھپا کے رکھیں اور اس حکیمانہ قول پر عمل کریں

دلا! بباغ رو وخندہ از انار آموز
کہ موج خوں بدل وخندہ بر دہاں دارد

(اے دل باغ کی سیر کرنے جا اور انار کی کلی سے جاکر ہنسنا سیکھ، جس کا دل خوں آلود ہوتا ہے اور چہرے پر مسکراہٹ ہے یعنی غم ہوتے ہوئے بھی ظاہر خوش ہے)

اس طریقے سے دوسروں کا دل بھی خوش ہوگا اور آپ کے دل سے

غموں کا بار ہلکا ہو جائے گا۔ اس طریقے کو آپ آزما کر دیکھیں اور پھر ہمارے قول کی تصدیق کریں۔

خوشی میں تو ہر کوئی ہنستا ہے اکبر
مصائب میں تم مسکراؤ تو جانیں

بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو خوامخواہ آپ سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں۔ آپ کے گلے شکوے اور دل آزاری کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے نہ ان کو کچھ حاصل ہوتا ہے اور نہ فائدہ ہے۔ فقط حسد کی آگ کا دھواں نکالتے رہتے ہیں اور دل کا بخار ہلکا کرتے رہتے ہیں۔ اس کا بھی بہترین علاج صبر اور سکون ہے۔ آپ ان کی یاوہ گوئی کی وجہ سے اپنا دل ملول اور خاطر پریشاں نہ کریں۔ شکر کریں اور خوش ہو جائیں کیونکہ فی الحقیقت آپ سے نیکی کر رہے ہیں۔ اس میں آپ کے دین و دنیا کے فوائد مضمر ہیں۔ دین میں بھی آپ کی بہتری ہوگی اور دنیا میں بھی آپ کی ترقی اور نیک نامی بڑھتی رہے گی، کیونکہ بدی کے مقابل آپ کی نیکی زیادہ چمکے گی اور خلق میں آپ کی خوش خلقی اچھی طرح نمایاں ہوگی۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے اَلْاَشْیَاءُ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِھَا اور آخرت میں آپ کو اعلیٰ درجات ملیں گے اور گناہ آپ کے مٹا دئے جائیں گے۔

نقل ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا گلہ، شکوہ کسی حاسد کاسد نے کیا۔ امام صاحب کو جب خبر ہوئی تو ایک تھال کھجور کا بھر کر تحفہ طور ان کے گھر بھجوا دیا۔ لوگوں نے عرض کی کہ حضرت آپ یہ کیا کر رہے ہیں، اُس نے تو آپ کی اتنی شکایتیں اور گلے کئے ہیں اور ناشائستہ الفاظ کہے ہیں۔ فرمایا اُس نے ہم پر بڑے احسانات کئے ہیں اور مہربانی فرما کر اپنی نیکیاں مجھے دی ہیں۔ اس کے بدلے شکر گذاری کرنا ہم پر لازم ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف میں

لکھا ہے کہ ہمیں صحیح کشف سے معلوم ہوا، ایک شخص نے بڑے اہتمام سے مکلف طعام خیرات کیا تھا۔ پھر بھی اس کی گلا اور شکایت ہو گئی (جیسے کہ زمانے میں خلق کا دستور ہے) اس لئے اس کو دکھ ہوا۔ لیکن لوگوں کی شکایت کی وجہ سے اس کی نیت اور مال میں جو خلل تھا وہ دفع ہو گیا اور خیرات قبول ہو گئی۔

توکل: وکیل، وکالت، توکیل، یہ سب ایک باب کے ہم معنیٰ الفاظ ہیں۔ اپنا کام دوسرے کے حوالے کرنا۔ اپنے کسی خیر خواہ، دانا دوست آشنا کو اپنا کام بہتر طور پر سرانجام کرنے کے لئے سپرد کرنا۔ اس کی کاروائی پر بھروسہ کرنا، اس کی حکمت اور تدبر پر اعتماد کرنا۔ اپنی خاطر جمع اور دل خوش رکھنے کو توکل کہتے ہیں۔ مقدمہ بازی کے لئے عرف عام میں جسے وکیل کہتے ہیں، اس کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے۔

بعض لوگ غلط فہمی کی وجہ سے توکل کی معنیٰ یہ سمجھتے ہیں کہ وجہ معاش کے لئے بھاگ دوڑ نہ کرنا، تنگ دستی کے دوران ہاتھ پاؤں نہ ہلانا، بیماری کے وقت دوائی وغیرہ نہ کھانا، قانون فطرت کے موافق کوشش نہ کرنے کو توکل کہتے ہیں اور اس غلط فہمی میں بہت عقلمند لوگ مبتلا ہیں۔ اس وجہ سے اس کا بیان کچھ مفصل طور کر رہے ہیں۔

آپ پہلے حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام زندگی مبارکہ اور حیات طیبہ پر نظر ڈال کر دیکھیں اور غور کریں۔ دشمن ملک سے ہجرت کر کے نکلنا، غار ثور میں تین دن مخفی طور پر رہنا۔ مدینہ شریف کو تباہی سے بچانے کے لئے شہر سے باہر نکل کر دور میدانِ جنگ کو جانا، دشمنوں کے حملے سے بچاؤ اور حملے کے بچاؤ کے لئے خندق کھدوانا۔ اپنی حفاظت کے لئے

(خدا تعالیٰ کے وعدہ سے پہلے) پہریداروں کا تقرر کرنا، جنگ میں زرہ اور خود پہننا۔ ہتھیاروں سے خود کو مسلح کرنا، مجاہدوں کی تیاری کے لئے اصحابہ کرام سے چندہ کروانا، جنگوں میں دشمن سے جنگ کا راز چھپانا، بڑے کاموں میں اپنے دوست احبابوں سے صلاح و مشورہ کرنا، بیماری کی حالت میں علاج معالجہ کروانا۔ سینگی لگوانا، اپنے جسم اطہر سے خون نکلوانا۔ کیا یہ سب کام، احتیاط اور تدابیر، توکل سے نہ تھیں؟ یا آپ کی ''توکل'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توکل سے زیادہ ہے؟ کیا آپ کی دعا کرنے سے سب کافر غرق نہ ہو جاتے۔

اب صحابہ کرامؓ کی طرز عمل پر غور کریں، ان کی اعلیٰ ہمتیں، بلند حوصلے، ان تھک کوششیں، جان نثاری اور قربانیاں دیکھیں، قلت مال و اسباب کے باوجود پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیا، سمندر پار کر دئے، عرب کے صحراؤں کو پاؤں تلے کچل دیا، دنیا میں وہ حیرت انگیز کارنامے کر دکھائے جو صفحہ روزگار پر یادگار ہیں اور اب تک دشمن انگشت بدنداں ہیں۔

کیا یہ سب کام توکل سے نہیں کئے، یا خاموش ہو کر مسجدوں میں بیٹھے رہے کہ خدا تعالیٰ خود ان کے دین کی حفاظت کرے گا۔ ہم توکل کر کے مسجدوں میں بیٹھ کر دعائیں مانگیں گے، حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ" اگر آپ خدا تعالیٰ کے دین کی مدد کریں گے، جانی اور مالی قربانی دیں گے، تب خدا تعالیٰ بھی آپ کی مدد کرے گا اور دشمنوں پر فتحیاب کرے گا۔

دوسری جگہ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے: کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم فقط ایمان لاکر، کلمہ پڑھ کر مفت چھٹکارا حاصل کرلیں گے اور ہم سے کوئی آزمائش اور امتحان یا تکلیف نہیں لی جائے گی۔ فقط راحتوں اور آرام طلبیوں سے ہم کامیاب ہوں گے اور بغیر محنت اور سرجوشی و سرفروشی کے ہم

دین اور دنیا کی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔ یہ گمان غلط اور خیال باطل ہے۔

تجھے تو ہے ہوس سروری بغیر عمل
نہ لے گا کوئی غلامی میں بھی بغیر عمل

مولانا رومی نے توکل کی معنیٰ بہت ہی اچھے اور خوبصورت لفظوں میں بیان فرمائی ہے۔

گر توکل می کنی در کار کن
کار کن پس تکیہ بر جبار کن
از توکل در سبب غافل مشو
رمز الکاسب حبیب اللہ شنو
گفت پیغمبر بہ آواز بلند
با توکل زانوی اُشتر بہ بند

مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ کام کرنے کے لئے تجھے توکل کرنی چاہیے نہ کہ کام نہ کرنے کے لئے، سفر پر جانا ہو تو توکل کر کے روانہ ہو جا، زمین میں کاشت کرنی ہے تو توکل کر کے ہل چلا، بیوپار کرنا ہے تو توکل کر کے دھندھا شروع کر یہ (توکل کی) معنیٰ نہیں ہے کہ توکل کر کے حج کو نہیں جاتے، توکل کر کے زمین کاشت نہیں کرتے، توکل کر کے بیوپار نہیں کرتے۔ یہ بزدلی ہے، بے ہمتی ہے، بے عقلی ہے: نہ کہ ہمت اور توکل۔

فائدہ: (کسب کرنے کی ضرورت) خبر نہیں یہ غلط معنیٰ توکل کی آپ کو کس نے پڑھائی ہے۔ مدینہ منورہ میں بعض سندھی مہاجر دیکھے گئے۔ وہ بال بچوں کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے ہیں۔ بھائی آپ کونسا دھندھا کونسا کام کر رہے ہیں؟ سائیں کچھ بھی نہیں کرتے، توکل کر کے بیٹھے ہیں، یہ ہے

پڑھے لکھے سدھرے ہوئے لوگوں کا جواب۔ کیا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا فرمایا ہے کہ میرے پڑوس میں بیٹھ کر کوئی کام کاج نہ کریں، فقط سوال کر کے (بھیک مانگ کر) یا حجاج کرام سے خیرات مانگ کر خاموش بیٹھے رہو۔ ایسے آدمیوں کو تو مدینہ عالیہ میں بیٹھنا اور رہنا نہیں چاہیے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حج کے بعد لوگوں کو زبردستی اپنے اپنے ممالک کی طرف بھیجتے تھے اور فرماتے تھے کہ: "یَا اَھْلَ الْیَمَنِ یَمَنَکُمْ وَیَا اَھْلَ الشَّامِ شَامَکُمْ" اے یمن والو! آپ اپنے ملک یمن جائیں۔ اے شام والو! آپ اپنے ملک شام چلے جائیں۔ اور یہ زرین مقولہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یاد رکھنا چاہیے:

"لَا یَقْعُدُ اَحَدُکُمْ عَنْ طَلَبِ الرِّزْقِ وَیَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ فَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنَّ السَّمَآءَ لَا تَمْطُرُ ذَھَبًا وَّلَا فِضَّۃً۔" یعنی کوئی بھی شخص رزق کی طلب کر کے چپ چاپ گھر میں نہ بیٹھے اور فقط کہتا رہے: اللھم ارزقنی اللھم ارزقنی (اے اللہ! مجھے رزق دے۔ اے اللہ! مجھے رزق دے) آپ سمجھتے ہیں کہ آسمان سے سونے اور چاندی کی بارش ہوتی ہے؟ نہیں، بلکہ بیوپار سے، محنت اور زمینداری سے پیسا کمایا جاتا ہے۔

اگر عبادتوں، علم سے اور دعاؤں سے رزق اور مال میں کثرت ہوتی تو عالموں، پیروں فقیروں کا طبقہ، امیروں، نوابوں، جاگیرداروں اور سیٹھ عبداللہ ہارون سے زیادہ دولتمند اور سرمایہ دار ہوتا۔ چونکہ آج کل توکل کی معنی مطلب سمجھنے میں عام غلط فہمی پیدا ہوئی ہے، اس لئے کچھ زیادہ تشریح کرنا ضروری محسوس ہوا۔

غموں کا علاج رضا بقضا سے

رضا بقضا کے معنی ہیں کہ بندہ اپنے مقدر اور قسمت پر راضی رہے اور خدا تعالیٰ کی ہر ایک قسم کی مرضی اور حکم پر ہر حال میں خوش رہے۔ خواہ وہ کام اس کی مرضی کے مطابق ہے یا نہیں۔ جیسا کہ فارسی والے نے فرمایا ہے:

گر بدہی عطائے تو، ور بکشی فدائے تو

دل شدہ مبتلائے تو، ہر چہ کنی رضائے تو

(اگر دے گا تو تیری مہربانی، اگر ذبح کرے گا تو بھی تم پر قربان؛ دل تمہارے ہاں گرفتار ہے، جو بھی کرے گا تیری مرضی (میں رضائے پر راضی ہوں)

بزرگوں نے لکھا ہے کہ ولایت اور کرامت کے دس مقامات، مرتبے یا منزلیں ہیں۔ مثلاً توبہ، توکل، صبر، شکر، فقر، قناعت، خوف اور رجا وغیرہ ذالک۔ مگر سب سے اعلیٰ درجہ اور ارفع مقام رضا کا ہے۔ یعنی بندہ اپنے رب سے راضی ہو اور خدا تعالیٰ اپنے بندہ سے راضی ہو۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ سبحان اللہ مقام رضا کی کیا تعریف کی جائے اور کیا بیان کیا جائے۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی جیسی نعمت، اس جیسی سعادت دین و دنیا میں نہیں ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی جیسی شقاوت اور بدبختی اور نہیں۔ آپ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا اور ناراضگی معلوم کرنا چاہیں تو بندہ کے احوال پر نظر کریں۔ اگر بندہ اپنے مولیٰ تبارک وتعالیٰ سے راضی ہے تو پھر سمجھو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بھی ان سے راضی ہے اور اگر بندہ خدا تعالیٰ سے ناراض ہے تو سمجھنا کہ خدا تعالیٰ بھی اس سے راضی نہیں ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ.

بندہ کی رضا خدا تعالیٰ سے معلوم ہوتی ہے۔ تکالیف، غموں، دکھوں اور مصیبتوں کے وقت، عیش و عشرت کے وقت تو ہر ایک انسان، خواہ دشمن ہو کہ دوست، مومن ہو کہ کافر، خوش اور راضی رہتا ہے۔ مگر سچا دوست اور عاشق صادق وہ ہے جو درد، دکھ، رنج اور مصیبت میں بھی اپنے دوست سے راضی رہے اور شکر گذار رہے۔

دوست مشمار آنکہ در نعمت زند
لاف یاری و برادر خواندگی
دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشان حالی و در ماندگی

(دوست وہ نہیں جو نعمتوں میں تجھے اپنا دوست اور بھائی کہے۔ دوست وہ ہے جو پریشان حال اور عاجزی کی حالت میں بھی تیرا ہاتھ پکڑے اور مدد کرے)

اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کا سخت امتحان لیتا ہے۔ انہیں سختی اور مصیبتوں میں گرفتار کرتا ہے اور جس قدر قرب و محبت میں زیادہ کامل اور عشق میں فائق ہوگا۔ اس قدر آزمائش اور امتحان بھی سخت لیا جائے گا اور سخت ترین آفات و بلیات میں گرفتار ہوگا۔

اَشَدُّ النَّاسِ بَلَآءً اَلْاَنْبِیَآءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ (یہ حدیث شریف ہے)

یہ حکم تو عام خلق کے لئے ہے۔ یعنی مصیبت کے وقت صبر کرنا اور قضا پر راضی رہنا۔ لیکن خاص بندوں کا مقام اور عارفوں کا مشرب اور ہے۔ وہ تو یوں کہتے ہیں کہ عشق اور محبت کی دعویٰ میں فائق اور صادق وہ ہے جو محبوب کی طرف سے دئے ہوئے رنج والم کو، دکھ درد اور مصیبت کو اپنے لئے راحت اور فرحت محسوس کرے۔ جیسے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ

مکتوبات شریف میں لکھتے ہیں:

''نیک بندوں اور نیک بخت سعادت مندوں کو ایذاء محبوب سے اس قدر لذت اور شیرینی حاصل ہوتی ہے جو نعمتوں سے محسوس نہیں ہوتی۔ اگرچہ دونوں چیزیں یعنی زحمت اور نعمت از طرف محبوب ہیں۔ مگر زحمتوں میں صادق کے نفس کو کوئی دخل نہیں اور نعمتوں میں ان کے نفس کو بھی دخل ہے اور جو چیز خاص محبوب کے لئے ہے، وہی محبوب تر ہے۔

ہجرے کہ بود رضائے محبوب از وصل ہزار بار خوشتر

میل من سوئے وصال و قصد او سوئے فراق

ترک کام خود گرفتم تا برآید کام دوست

''عاشق صادق غرقِ دریائے وحدت''

مولانا رومی فرماتے ہیں:

عاشقم بر رنج خویش و درد خویش

بہر خوشنودی شاہ فرد خویش

نا خوش او خوش بود برجانِ من

جان فدائے یار دل رنجان من

عاشق حقیقت و مجاز حافظ شیرازی فرماتے ہیں:

اگر تو زخم زنی بہ کہ دیگرے مرہم

وگر تو زہر دہی بہ کہ دیگرے تریاق

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ فرماتے ہیں:

ہر مرہے زغیر تو بردل جراحت است

زخمے کہ از تومی رسد آرام جان بود

عارف کامل و شاعر صاحب دل قدسی صاحب اپنے کلام بلاغت نظام

میں فرماتے ہیں:

من لذت درد تو بدرمان نفروشم

دوسری مصرع عمداً نہیں لکھتے مگر اس کی تضمین مولانا محمد ابراہیم یاسینی (سندھی) نے بڑے ہی خوبصورت پیرائے میں کی ہے:

ناظم چہ خوش است این سخن حضرت قدسی
من لذت درد تو بدرمان نہ فروشم

یعنی اے ناظم قدسی نے کیسی نہ اچھی بات کہی ہے (کہتا ہے) کہ تیرے (دئے ہوئے) درد کی لذت کو میں علاج کے عوض فروخت نہیں کروں گا۔

صوفیائے کرام نے اپنی کتابوں میں یہ حدیث قدسی ذکر فرمائی ہے:

مَنْ لَّمْ يَرْضَ بِقَضَائِيْ وَلَمْ يَصْبِرْ عَلٰى بَلَائِيْ فَلْيَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِيْ وَلْيَخْرُجْ مِنْ تَحْتِ اَرْضِيْ وَسَمَائِيْ

یعنی جو میری قضا پے راضی نہ رہے اور میری دی ہوئی تکلیف پر صبر نہ کرے وہ جا کر دوسرا خدا اپنے لئے پیدا کرے اور میری زمین اور آسمان سے نکل جائے۔

یعنی قضا پر راضی رہنے کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ فرض کیا آپ قضا پر راضی نہیں رہتے۔ تن بقضا دل برضا نہ دیں گے تو (آپ) کر بھی کیا سکتے ہیں، کیا کوئی اور خدا اپنے لئے پیدا کر سکتے ہیں؟ یا یہ زمین و آسمان چھوڑ کر کسی دوسری طرف جا سکتے ہیں؟ اب اگر نہیں کر سکتے ہو تو صبر کرو اور قضا پے راضی رہو۔ يَابْنَ اٰدَمَ تُرِيْدُ وَلَا اُرِيْدُ وَلَا يَكُوْنُ اِلَّا مَا اُرِيْدُ اے بنی آدم! تو ارادہ کرتا ہے مگر میں ارادہ نہیں کرتا اور ہرگز نہ ہوگا مگر وہ جس کا میں ارادہ کروں گا۔

یہ راز حافظ شیرازی نے اپنے کلام میں اسی طرح اظہار فرمایا ہے:

غم زمانہ مخور شاد باش و دل خوشدار
کہ این لطیفۂ نغزم زر ہروی یاد است
رضا بداوہ بدہ وز جبین گرہ بکشائی
کہ بر من وتو در اختیار نکشاد است

داناؤں نے کہا ہے اور عام قاعدہ بتایا ہے:

"وَاِذَا وَقَعَتْ فِیْکَ مُصِیْبَۃٌ اِنْ کَانَتْ لَهَا حِیْلَۃٌ فَلَا تَعْجِزْ وَاِلَّا فَلَا تَجْزَعْ."

یعنی جب تجھ پر کوئی مصیبت آئے، پھر دیکھو اُن کا علاج کوئی ممکن ہو تو بے ہمت نہ ہو۔ اُٹھو اور ہمت سے اس کی کامیابی کے لئے کوشش کرو، لیکن اگر ان کا علاج ممکن نہیں ہے مثلاً کسی کا بیٹا مرجائے، کسی کو بیٹی جے، مال ڈوب جائے، گھر جل جائے تو پھر خواہ مخواہ جزع فزع نہ کرے۔ قضا پر راضی رہے، صبر اور سکون سے اس پر تحمل کر، خوشی اور کشادہ پیشانی سے اس کا استقبال کرے، کیونکہ ہر مرض اور بیماری کا علاج اس کے "ضد" سے ہوتا ہے اور نہ "مثل" سے "غم" کا علاج "خوشی" سے ہوا ہے اور نہ غم کرنے سے غم کرنے سے فکر و انتظار کرنے سے تو آپ کی مشکل آسان نہ ہوگی۔ ملول ہو کے بیٹھے رہنے سے تو کوئی بھی کامیابی حاصل نہ ہوگی۔ تو پھر بے فائدہ غم کرنے سے بے سود فکر و انتظار کرنے سے اپنی طبیعت ملول اور اپنی صحت کیوں خراب کرتے ہو، اٹھیں، ہمت کریں، اپنی دل خوش رکھیں تو کامیاب ہو گے۔

اٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

غموں کا علاج زیادہ سوچ بچار نہ کرنے سے

ہر کام میں حد سے زیادہ غور و خوض کرنا، خواہ مخواہ وسوسے کرنا، تھوڑی تھوڑی بات پر زیادہ سوچ بچار کرنا، خیالی گھوڑے دوڑانا، یہ سب انسان کو بزدل، سست اور توہم پرست بنا دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو اسی نے بے ہمت اور بے کار بنا ڈالتا ہے۔ توکل کی منافی اور اولوالعزمی کی منافی ہے۔ یہ آپ کو جاننا چاہیے کہ فکر و انتظار، سوچ و بچار کے دو قسم ہیں۔ دینی باتوں میں یا دنیوی کاموں میں۔

دینی و مذہبی باتوں میں حلال و حرام کا فیصلہ، یہ کرنے اور وہ نہ کرنے کے کام ہمارے متقدمین، اور پیشوایانِ شریعت نے پہلے سے ہی کر دیے ہیں۔ اُس میں ہمیں دوبارہ سوچ و بچار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلے والے اماموں نے ہمیں اس بوجھ سے آزاد کر دیا ہے اور چھڑا لیا ہے۔ ان کی پیروی ہمارے لئے کافی ہے۔ خصوصاً اعتقادی مسائل میں تو ہمیں غور و خوض کرنا جائز ہی نہیں۔

تَفَكَّرُوْا فِيْ اٰلَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا تَفَكَّرُوْا فِيْ ذَاتِهٖ

یعنی خدا تعالیٰ کی نعمتوں پر (جو بھی کائنات میں انسان ذات کے فائدہ کے لئے چیزیں پیدا کی ہیں) غور اور فکر کرو۔ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات پر فکر نہ کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات قدیم، ازلی، ابدی اور لامتناہی ہے۔ انسان اور انسان کی عقل، فکر خیال حادث ہے۔ جزوی ہے، فانی ہے، محدود ہے۔ حادث قدیم کو، فانی باقی جزوی کُلی کو، محدود غیر محدود کو ہرگز ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ سوائے اس کے کہ گمراہی اور تباہی کی آگ میں اپنے آپ کو ڈالتا چلا جائے گا۔ غور فرمائیں ہم جیسے انسانوں نے جو چیزیں بنائی ہیں، ہوائی جہاز یا

نیوٹرون وغیرہ وغیرہ یا ہم اپنے جیسی حادث محدود فانی مخلوقات کی ایک مکھی یا ایک چیونٹی، بلکہ ہم اپنے بدن اور سانس کی حقیقت اور کیفیت کو بھی نہیں سمجھ سکتے تو پھر خدا تعالیٰ کی ذات وصفات، حقیقت وکیفیت کون سمجھ سکتا ہے؟ اگر انسان کو اپنے عقل وفکر سے پہچاننے کی طاقت ہوتی تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کیوں مبعوث ہوتے؟ اور حضرت جبرئیل کے ذریعے وحی کیوں نازل ہوتی؟ جس طرح دوسرے دنیوی کاموں میں انسانی عقل کام کر سکتی ہے، ایجادات واختراعات کر سکتی ہے، اس سے آزاد چھوڑا گیا ہے، اس کے متعلق کوئی حکم احکام نازل نہیں ہوا ہے۔ مگر دینی اور اخروی کاموں میں انسان کے عقل کی رسائی نہیں ہے۔ اس لئے انھیں رسولوں اور کتابوں پر ایمان لانا ہے۔ دل وجان سے اس کی تصدیق کرنی ہے۔ فقط آمنت باللہ ورسولہ کہنا ضروری ہے۔ زیادہ اس کی حقیقت اور کیفیت معلوم کرنا ضروری نہیں ہے۔ ایمان مجمل کافی ہے۔

دور بیناں بارگاہ الست

غیر ازیں نہ بردہ اند ہست

(بارگاہ الٰہی میں دور تک دیکھنے والوں نے اس کے سوا کچھ نہیں سمجھا ہے کہ رب تعالیٰ ہے کیسا ہے کس طرح کا ہے؟) ان کا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ ؛

دوسرے دنیوی امور ہیں، جن کے کرنے یا نہ کرنے کا آپ کو اختیار ہے۔ ان میں آپ کو زیادہ سوچ بچار کرنے، پریشان اور بے قرار ہونے کی ضرورت نہیں۔ جو طرف اپنے لئے مناسب حال اور مناسب شان سمجھیں، وہ کام توکل کرکے کرنا چاہئے۔ بعد میں ان کا نتیجہ اور کامیابی خدا تعالیٰ جل شانہ پر چھوڑ دینا چاہئے۔

اس صورت میں دو کام آپ کو کرنا ضروری ہیں۔ ایک اپنے دوستوں سے

صلاح و مشورہ کرنا، دوسرے استخارہ بطریقہ مسنون کرنا۔ استخارہ کی ترتیب اس کتاب میں آگے چل کر لکھیں گے۔ دوستوں سے مشورہ کرنے میں یہ احتیاط رکھنا چاہئے کہ وہ دوست آپ کا مطلبی دوست نہ ہو، جس سے صلاح و مشورہ کر رہے ہیں۔ اس کا اس کام سے کوئی تعلق نہ ہو۔ آپ کا خوشامدی (چمچہ) اور ہاں میں ہاں ملانے والا نہ ہو۔ آپ کو ایسی آگ میں نہ جھونکے اور دور کا دیکھ آپ کی تباہی کا دور سے تماشہ نہ دیکھتا رہے۔

فائدہ: دنیاوی کاموں میں زیادہ دانائی فضول ہے۔

دنیاوی کاموں میں ضرورت سے زیادہ دانائی اور کنجوسی کرنا فضول ہے۔ دنیا میں تو اکثر عقلمند اور ہنر مند لوگ، بے عقل اور بے وقوفوں کے محتاج ہوتے ہیں۔ علم والے لوگ جاہلوں کے ہاں ملازمت کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ ہنر اور حرفت والے بے ہنر کے ہاں مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ آپ کا ڈرائیور ہے، آپ کا نوکر ہے، آپ کا موٹر چلاتا ہے، آپ موٹر نہیں چلا سکتے، آپ اُن کے ہنر کے محتاج ہیں۔ اس طرح اپنے بورچی کا، اپنے درزی کا، اپنے سونار کا، اپنے نوکروں کے محتاج ہیں۔ باوجود اپنے ہنر اور قابلیتوں کے وہ آپ کے پیسے کے محتاج ہیں۔ آپ کے نوکر اور غلام ہیں۔ دولت اور دنیا تو اکثر بے وقوفوں اور بے عقلوں کی طرف جھکتی ہے۔ ہنر مند اور عقلمندوں سے اکثر دور بھاگتی ہے۔

مثنوی شریف میں ایک نقل ہے کہ ایک دیہاتی جو ایک بے عقل شخص تھا، گندم کی بوری بھر کر شہر کی طرف فروخت کرنے کے لئے لے جا رہا تھا۔ اونٹ کے ایک طرف گندم کی بوری رکھی اور دوسری طرف ریت کی بوری وزن برابر کرنے کے لئے رکھدی اور خود پیادل اونٹ کی نکیل پکڑ کر شہر کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں کوئی شخص اسے ملا۔ حال احوال ہوئے (خبریں

وغیرہ پوچھیں) کہا بھائی! ایک بوری میں تو ہے گندم دوسری میں ہے ریت۔ اونٹ پر وزن برابر کرنا ہے، اس لئے رسی پکڑ کر اونٹ کو لیے جارہا ہوں۔ دوسرے نے کہا پاگل ہوئے ہو، ٹھہرو! میں تمہیں وزن ٹھیک کر دیتا ہوں۔ اونٹ کو بٹھا کر، گندم کو دو حصوں میں کر کے آدھا ایک بوری اور آدھا دوسری بوری میں ڈال کر ٹھیک کر کے ان کو بھی اونٹ پر بٹھادیا۔

دیہاتی بہت خوش ہوا اور کہا کہ اے بھائی! تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ تو اتنا عقلمند شخص ہے، ضرور تو امیر یا وزیر ہوگا یا کوئی دولتمند بیوپاری ہوگا یا کوئی خوش نصیب ہنر مند۔ کہا بھائی! مجھ سے کیا پوچھتے ہو، میں نہ تو وزیر ہوں نہ امیر نہ دولتمند نہ ہنر مند۔ میں تو ایک غریب عیالدار بھوکا شخص ہوں۔ دن کو کھاتے ہیں تو رات کو بھوکا سو جاتے ہیں۔ رات کو کھاتے ہیں تو دن کے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا، اپنا پیٹ بھی نہیں پال سکتا۔ جب اُس نے یہ دلگداز خبر سنائی تو سنتے ہی فوراً اونٹ سے اتر پڑا اور کہا کہ بھائی مجھے تمہاری عقل نہیں چاہیے۔ میں اپنی بے عقلی سے تم سے زیادہ خوش حال زندگی گذارتا ہوں۔ تیری عقل نہیں لوں گا۔ دوبارہ اپنے اونٹ کا وزن جس طرح پہلے بنایا تھا، اسی طرح بنا کر اونٹ کو ہانک کر پیادل لے گیا۔ مولانا حالی نے اسی معنیٰ میں بہت ہی عمدہ مضمون کہا ہے:

لگیں بڑھنے جس دن سے ہوش و خرد
لگیں ساتھ بڑھتے پریشانیاں
بڑھاپے کی دانائی لیکر کوئی
بدل دے وہ بچپن کی نادانیاں

نقل ہے کہ جب نادر شاہ بادشاہ نے دہلی فتح کی تو محمد شاہ کو قید کر کے دھلی میں قتل عام کروایا۔ ایک دن گلی میں بچوں کا ٹولا دیکھا جو کھیل کود اور

بھاگ دوڑ میں مشغول تھا۔ لکڑی کے گھوڑے بنا کر انہیں دوڑا رہے تھے، نہ نادر شاہ کی پرواہ نہ محمد شاہ کا غم اور نہ دہلی کی تباہی کی فکر۔ کافی وقت نادر شاہ ان کے پاس کھڑا رہا اور حسرت بھری نگاہ سے ان کا تماشہ دیکھ کر اپنے بچپن کا زمانہ یاد کر کے کہا:

جب سے ہم نے تم کو چھوڑا، بہت دکھ ہم نے پایا۔ ولنعم ما قال:

طفلی و دامان مادر خوش بہشتے بودہ است
تا بپائے خود رواں گشتیم سرگرداں شدیم

یعنی بچپن کا زمانہ اور ماں کا دامن کتنا نہ خوبصورت بہشت تھا، جب پاؤں پر کھڑے ہوئے تو مغز چکر کھانے لگا یعنی پریشانیوں نے آ گھیر لیا۔

غموں کا علاج وسوسہ دفع کرنے سے

یہ بھی بڑا مرض ہے۔ شیطان کا بڑا مکر و فریب ہے۔ اکثر نیکوکار اور تقویٰ والوں کو ہوتا ہے۔ شیطان یہ دیکھتا ہے کہ یہ شخص داڑھی نہیں منڈوائے گا، سینما اور کھیل تماشے دیکھنے یہ نہیں جائے گا، اپنی نماز اور ورد وظیفہ کو بھی یہ نہیں چھوڑے گا۔ ایسے آدمیوں کو وہ وسوسوں میں نہایت تنگ اور گرفتار کر کے تکلیف دیتا ہے۔ اُس کے نیک عمل ضایع کرتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ میں اپنے عمل احتیاط کر کے اچھے کرتا ہوں۔ مگر وہ شکی احتیاط کی وجہ سے بڑے یقینی گناہوں میں پھنس جاتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص بارش کی بوندوں سے بھاگ کر کسی پرنالے کے نیچے کھڑا ہو جائے، ایسے مواقع پر علماء کرام نے فرمایا ہے کہ: اَلْاِحْتِیَاطُ فِیْ عَدَمِ الْاِحْتِیَاطِ یعنی احتیاط

کرنے سے احتیاط نہ کرنا زیادہ اچھا ہے۔

بعض لوگوں کو نماز کی نیت میں وسوسہ ہوجاتا ہے۔ دو دو، تین تین بار نیت کرتے ہیں، پھر نماز توڑتے ہیں، پھر نئے سرے سے نیت باندھتے ہیں۔ یہاں تک کہ امام صاحب رکوع کرتا ہے۔ اس طرح قیام اور قرأت اُس سے چھوٹ جاتی ہے۔ خدا خدا کر کے رکوع میں جا ملتا ہے۔ حالانکہ زبان سے نیت کرنا ضروری بھی نہیں فقط دل میں نیت کافی ہے۔

مرحوم مولوی فیض الکریم نقل کرتے تھے کہ ایک شخص تھا جس کو نیت باندھنے میں وسوسہ ہوتا تھا۔ اور وہ کہتا تھا کہ نیت کی دو رکعت فرض نماز، دو رکعت، دو رکعت دو رکعت، فرض نماز، فرض نماز، فرض نماز پیچھے اس امام کے۔ پیچھے اس امام کے۔ یہ الفاظ کہہ کر ہاتھ سے اشارہ دیکر پھر دوڑ کر امام کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر کہتا تھا اس امام۔

کچھ لوگوں کو وضو میں شک پڑتا ہے۔ نماز کو بیچ میں توڑ کر بار بار جا کر وضو کرتے ہیں۔ نماز قضا ہوجائے گی، جماعت کا ثواب انہیں نہیں ملے گا اور وہ وضو کرنے میں حیران، وضو کرتے وقت بھی کئی کئی وسوسے بعض لوگوں کو ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ پانی زیادہ استعمال کرتے ہیں، کچھ لوگ ہاتھ پاؤں وغیرہ کو زور زور سے ملتے ہیں اور کچھ لوگ گھنٹوں تک وضو میں لگے رہتے ہیں۔

ہمارے دوست مولوی صاحب عبدالرحیم متولی مسجد بخاری کراچی والے (عالم شخص اور اچھے آدمی ہیں) وضو کرنے کے لئے مسجد کے حنفی نل پر آکر بیٹھے گا۔ ہاتھ دھوتے وقت ہاتھوں کو ملے گا۔ ملتے ملتے میل نکالے گا۔ اس طرح ہر عضوہ پر ایسی ہی تکلیف کرے گا، پھر تھوک کو ہتھیلی پر ڈالے گا۔ دیکھے گا کہ کہیں دانتوں سے خون تو نہیں آیا ہے، مطلب یہ کہ اس دوران تکبیر ہوجائے گی، دوسرا امام ہو کر آگے آکر نماز پڑھائے گا اور مولوی صاحب کا وضو

ابھی ختم نہ ہوا ہوگا۔

کچھ ایسے بھی ہیں کہ پیشاب کرنے کے بعد مٹی کے ڈھیلے سے خشک کرتے وقت گھنٹوں زور دیتے رہیں گے۔ سندھ میں مولانا عبدالغفور ہمایونی صاحب بڑا عالم بزرگ شخص گذرا ہے۔ وہ کسی شخص سے ہاتھ نہیں ملاتے تھے اور نہ ہی کسی کتاب پر ہاتھ لگاتے تھے۔ کسی کتاب یا آدمی کو ہاتھ لگاتے اور ملاتے وقت چادر سے ڈھانپ کر دیتے تھے۔ اگر کسی کو ہاتھ لگ جاتا تھا تو دس بیس لوٹے اور مٹکے ہاتھوں کو صاف کرنے میں صرف کرتے تھے۔

مطلب یہ کہ وسوسہ ایک سخت تکلیف دہ مرض ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس سے پناہ مانگنے کا حکم آیا ہے۔

فائدہ: وسوسہ اور خراب خیال بار کرنے کے لئے وظیفہ لا حول کا پڑھنا چاہیے۔ جس کی ترتیب کا ذکر آگے چل کر کریں گے۔ اس کے کرنے سے وسوسہ بھی دفع ہوجائے گا۔ برے کام سے عافیت اور نیک اعمال پر قوت حاصل ہوگی اور اگر کسی کو خوفناک خواب دیکھنے میں آئے یا خراب خیال دل میں پیدا ہو تو آہستہ آہستہ تین بار بائیں طرف تھوک کر کہے: "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ" پھر اس کا کوئی غم یا فکر نہ کرے اور نہ ہی کسی سے اس کا ذکر کرے تو اُس خواب یا خیال کا کوئی بھی نقصان اسے نہ ہوگا۔

اگر کسی شخص کو وسوسوں نے اور خوفناک خطرات اور خیالوں نے عاجز کیا ہو اور اس کا قلب پریشان ہوگیا ہو تو یہ آیات جمع کے روز گلاب اور زعفران سے چینی کے برتن پر یا کاغذ پر لکھے: "وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝" سات چینی کے برتنوں پر لکھ کر ہر روز ایک برتن پانی سے دھو کر سات دن پلائیں تو

قلب کو اطمینان حاصل ہوگا اور خراب خطرات دفع ہوجائیں گے۔

فائدہ: (وسوسے دفع کرنے کا علاج) وسوسوں کے دفع کرنے کے لئے شرعی علاج یہ ہے کہ جو حدود شریعت کے مقرر کئے ہوئے ہیں، ان سے آگے قدم نہ بڑھائیں۔ عبادات کے لئے جو احکامات ٹھہرائے ہوئے ہیں ان سے تجاوز نہ کیا جائے۔ ان میں کمی بیشی یا تبدیلی نہ کریں۔ وہ علماء متقدمین جو علم میں، تقویٰ میں، طہارت میں، ہم لوگوں سے ہزار بار بہتر اور برتر تھے۔ ہمارے لئے ان کی تقلید اور تابعداری کافی ہے۔ ان کی فتویٰ اور فیصلے پر چلنا ہے نہ کہ اپنی شریعت بنانی ہے اور نہ ہی اپنے مسئلے گھڑنے ہیں۔ اصل علاج اس مرض کا یہ ہے کہ اپنی طبیعت پر ضابطہ کرنا اور وسوسوں پر عمل نہ کرنا۔

جس قدر آپ وسوسوں کو عزت دیں گے اور ان پر عمل کریں گے اسی قدر وسوسے بڑھتے اور زور پکڑتے جائیں گے۔ پھر یہ سلسلہ لامتناہی چلتا ہی رہے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کو وضو میں شک پڑے وہ نماز چھوڑ کر وضو کرنے کے لئے نہ جائے تاآنکہ آواز نہ سنے یا پیٹ سے ہوا خارج ہونا محسوس نہ کرے۔ کیونکہ بعضے شیطان مقعد کے بال کو کھینچتا ہے کہ انہیں وضو ٹوٹنے کا شک پیدا ہو اور نماز میں خلل واقع ہو۔

حضرت امام محمد باقر بیت الخلاء جاتے وقت اپنی نماز کی تہبند بدل کر جاتے تھے، کیونکہ مکھیاں نجاست پر بیٹھ کر پھر آدمی کے بدن اور کپڑوں پر آکر بیٹھتی ہیں، پاکائی برابر نہیں رہتی۔ کچھ عرصہ بعد خیال فرمایا کہ یہ خالی وسوسہ ہے۔ مجھ سے زیادہ تقویٰ کرنے اور پرہیزگاری کرنے والوں نے تو یہ کام نہیں کیا، اس قدر قلیل غیر محسوس نجاست نظر انداز اور معاف کی گئی ہے

پھر میں کیوں کروں؟ کیا میں ان سے زیادہ ہوں؟

مسئلہ: مکھی یا کوئی کیڑا مکوڑا کسی کے پانی میں، یا شربت میں یا شوربے میں گرے زندہ ہو یا مر جائے تو وہ نکال کر پھینکنا چاہیے وہ شربت یا چائے بیشک پیئے۔ اسے پھینکنا نہیں چاہیے خوامخواہ بڑائی کر کے ضایع نہ کرنا چاہیے۔

مسئلہ: مسجدوں میں یا مدرسوں میں جو پانی کے مٹکے رکھے ہوئے ہوتے ہیں، ان میں سے آیا گیا بال بچے، جن کو پاکائی کا زیادہ خیال نہیں رہتا، پانی میں ہاتھ ڈال کر پانی پیتے ہیں، ان میں سے پانی پینا اور وضو کرنا درست ہے۔ اسی طرح جو اسٹیشنوں پر ریلوے والوں کا پانی بھرا ہوا ہوتا ہے (خواہ وہ ہندو نے یا مسلمان نے بھرا ہے) اُس سے وضو کرنا اور پانی پینا درست ہے۔

حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ایک مشرک عورت کی مشکیزہ سے وضو کیا ہے اور یہودی کے گھر کا پکا ہوا کھانا کھایا ہے۔ باقی تم کیا کہتے ہو؟

مسئلہ: چلتی ریل گاڑی میں نماز پڑھنا درست ہے۔ اگر کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے تو تختہ پر کھڑا ہو کر قیام کرے، اگر کھڑا نہیں ہو سکتا یا جگہ نہیں ہے تو بیٹھ کر پڑھے، قبلہ کی طرف منہ نہیں ہو سکتا تو جس طرف بھی ہو نماز ادا کرے، لیکن نماز کا وقت قضا نہ کرے۔ دیکھا گیا ہے کہ گاڑی میں رش وغیرہ ہوتا ہے (لیکن) غیر مسلم مسافر بھی نماز پڑھنے والے کو سہولت فراہم کرتے ہیں۔ فقط آپ سعی کریں گے تو کوئی مشکل نہیں ہوگی۔ ورنہ عذر بہت ہیں۔

دل ناخواستہ عذر بسیار

بھائیو! کیا سمجھتے ہو، نماز چھوڑ دینا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ کسی بھی وقت، کسی بھی مشکل حال میں کسی بھی عاقل بالغ پر سے نماز معاف نہیں